ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّت
ملتان

9 جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ
ستمبر ۲۰۰۱ء

دینی مدارس آرڈی نینس اور جہادی تنظیموں کے خلاف آپریشن امریکی و بھارتی منصوبوں کی تکمیل

اسلام یا فکری ارتداد

خنگِ بے لگام

7، ستمبر۔ یومِ تحفظ ختم نبوت

علامہ اقبال اور قادیانیت

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتامِ زندگی

اخبار الاحرار

نفاذِ اسلام

مسئلہ ختم نبوت مسلمانوں کے فکر و عمل تحریک اور جدوجہد کی آخری بنیاد ہے۔ امت مسلمہ کے دل کی آواز اور شہداء کے مقدس خون کی پکار ہے۔ دینی کارکن اس روحانی پکار پر لبیک کہتے ہوئے اسلامی و انقلابی تحریک کو از سر نو مرتب کریں اور خالص اسلامی آئین کے نفاذ کے لئے منظم ہو کر سروں پر کفن باندھ کر میدان عمل میں آ جائیں۔

نصف صدی قبل ''اسلامی مملکت پاکستان'' کا نعرہ لگایا گیا جو خواب پریشان بن کر بکھر گیا۔ لادین حکمرانوں اور سیاست دانوں نے اسلام کی جگہ کافرانہ، جمہوریت کو مسلط کیا، بے دین آمریت کا وبال خریدا، شرم و حیاء اور غیرت کا جنازہ نکالا اور اسلام کو انتظار گاہ میں قید کرنے کی کوشش کی۔

اب بھی اسلام کا نعرہ لگا کر سیکولر ازم کی لعنت خریدی جا رہی ہے۔ مظلوم اسلام کی تذلیل کر کے یہود و نصاریٰ کی طرح شیطانی مطالبات کی تکمیل ہو رہی ہے۔ قوم، موجودہ اور مروجہ نظام سیاست کے کفریہ خونی پنجوں میں جکڑی ہوئی ہے۔ اسلامی آئین بہ تشریح ختم نبوت کی ہمہ گیر دینی و انقلابی جدوجہد کے سوا دنیا کی کوئی طاقت ہمیں اس ظلم، دھوکے اور فریب سے نجات نہیں دلا سکتی۔

یا یھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوٰت الشیطٰن انہ لکم عدو مبین (پ۲، البقرہ)

''اے اہل ایمان! اسلام کے دائرہ میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کرو۔ یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے''

جانشینِ امیر شریعت سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ (''الاحرار'' نومبر ۱۹۷۰)

احرار کارکنوں کے نام

احرار ساتھیو! ماحول کی کدورت، سیاسی مسخروں اور نت کھٹوں کی عفونت سے بد دل نہ ہوں۔ اپنے اسلاف کی طرح کمر ہمت باندھ لیں اور دیوانوں کی طرح اپنے ماحول میں پھیل جائیں۔ احرار کے پرچم کو لہراتے ہوئے، ختم نبوت کی شمع جلاتے ہوئے ظلمتوں کو چیر ڈالیں۔ مخالفتوں اور مزاحمتوں کا منہ توڑ دیں، دینِ حق کا نور بکھیریں، بیگانوں کو اپنا بنا لیں، حکومت الٰہیہ کے قیام کے لئے سر توڑ اور ان تھک جدوجہد کریں۔ جماعت کے منشور و دستور کی پابندی کریں اور دینی حاکمیت کے مقدس مشن کی تکمیل کے لئے جانبازوں کی ایثار کریں اور محشر میں رحمت اللعالمین ﷺ کے پرچم لواء الحمد کے سایہ میں اپنا مقام بنالیں۔

ساتھیو! اٹھو، آندھیوں میں چراغ جلاؤ اور تاریکیوں میں نور پھیلاؤ۔ احرار وفادار وفا کے دیپ جلاؤ، نہ گھبراؤ، نہ ڈگمگاؤ، تاریکی چھٹنے والی ہے اور صبح ہونے والی ہے۔ ہماری آس کا سورج طلوع ہونے والا ہے۔ (ان شاء اللہ) اور ہم دشمن پر قہر الٰہی بن کر ٹوٹ پڑیں گے۔

آؤ لہرائیں فضاؤں میں علم احرار کا
وقت پھر طالب ہوا قربانی و ایثار کا

ابن امیر شریعت محسن احرار سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

Redg: M. Number 32

بیاد سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ
ستمبر ۲۰۰۱ء

جلد ۱۲	شمارہ ۹	قیمت ۱۵ روپے

بانی: ابنِ امیر شریعت، خطیب بنی ہاشم، محسن احرار

مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

ابن امیر شریعت حضرت پیرجی
سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ

مدیر مسئول

سید محمد کفیل بخاری

رفقاء فکر

مولانا محمد اسحٰق سلیمی

پروفیسر خالد شبیر احمد

عبداللطیف خالد چیمہ

سید یونس الحسنی

مولانا محمد مغیرہ

محمد عمر فاروق

زرِ تعاون سالانہ

بیرون ملک 1000 روپے پاکستانی
اندرون ملک 150 روپے

رابطہ: دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-511961

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوّۃ — شعبۂ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

تشکیل

دل کی بات: اداریہ ——— مدیر ——— ۳

نعت: (سید کاشف گیلانی) نظم: (شورش کاشمیریؒ)، غزل: (پروفیسر خالد شبیر احمد) ۶

افکار: ——— خنگ بے لگام ——— سید یونس الحسنی ——— ۸

// // 7 ستمبر یومِ تحفظِ ختم نبوت ——— عابد مسعود ڈوگر ——— ۱۱

// // علامہ اقبال اور قادیانیت ——— پروفیسر خالد شبیر احمد ——— ۱۸

// // نفس کا فریب ——— مولانا عبدالرشید انصاری ۲۵

اختتامِ زندگی: موت کو سمجھے ہیں غافل اختتامِ زندگی ——— مولانا محمد مغیرہ ——— ۲۶

افکار: ——— اسلام یا فکری ارتداد ——— محمد عطاء اللہ صدیقی ——— ۴۲

طنز و مزاح: — زبان میری ہے بات ان کی ——— ساغر اقبالی ——— ۵۰

شخصیت: — سید حبیب مرحوم ایک صحافی، ایک مجاہد ——— حاجی محمد انور بٹ ——— ۵۱

اخبار الاحرار: مجلس احرار اسلام کی تبلیغی، تنظیمی سرگرمیوں کی رپوتاژ ادارہ ——— ۵۴

حسنِ انتقاد: — تبصرہ کتب ——— ادارہ ——— ۵۹

ترحیم: ——— مسافرانِ آخرت ——— ادارہ ——— ۶۱

دل کی بات

دینی مدارس آرڈیننس اور جہادی تنظیموں کے خلاف آپریشن
امریکی و بھارتی منصوبوں کی تکمیل

دینی مدارس، گزشتہ چون برسوں میں قائم ہونے والی پاکستان کی تمام لادین حکومتوں کے لئے خطرہ رہے ہیں اور آئندہ بھی ان شاء اللہ بے دین، دہریوں اور سیکولرسٹوں کے لئے خطرہ رہیں گے۔ اگست ۲۰۰۱ء میں حکومت نے اپنے مجوزہ بلدیاتی انتخابات کی تکمیل کے بعد دو ''کارہائے نمایاں'' انجام دیئے ہیں۔

(۱) دینی مدارس بورڈ آرڈی نینس

(۲) جہادی تنظیموں کے خلاف آپریشن

دینی مدارس بورڈ آرڈی نینس کے تحت حکومت امریکی ایجنڈے کی تکمیل کرنا چاہتی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ اپنی تمام تر خباثتوں اور سازشوں کے باوجود دینی مدارس کے نصاب و نظام تعلیم، دینی تہذیب اور اس کے نتیجے میں تیار ہونے والے علماء اور دینی کارکنوں کو اسلام کے سچے راستے سے نہ ہٹا سکے۔ کوئی لالچ اور خوف ان راہیانِ حق و صداقت کو گمراہ نہ کر سکا۔ آخر تھک ہار کر انہوں نے ''کالے اور کاٹھے انگریزوں'' کے ذریعے ان مدارس کی اصل روح کو ختم کرنے کا منصوبہ بنایا۔ ویسے تو قیام پاکستان سے قبل ''اصلی انگریز'' نے بھی انہی دینی مدارس اور علماء کو ختم کرنے کی ناپاک سعی کی تھی اور ہزاروں علماء کو قتل کر کے یا پھانسیوں پر لٹکانے کے باوجود، وہ اپنے ذلیل مقاصد میں عبرتناک شکست سے دوچار ہوا۔ یہی مدارس، طلباء اور علماء تھے، جنہوں نے انگریز جیسے ظالم، غاصب اور بدمعاش حکمران کو برصغیر سے نکال کر آزادی کا سورج طلوع کیا۔ انہی کی قربانیوں کے نتیجے میں دنیا کے نقشے پر مسلمانوں کی سب سے بڑی مملکت پاکستان کے نام سے ابھری۔

قیام پاکستان کے بعد، انگریز کے حاشیہ بردار اور پشتینی وفادار حکمرانوں نے ہر عہد میں ان مدارس کو ختم کرنے اور ان کے نظام میں مداخلت کرنے کی کوشش کی اور ہر بار منہ کی کھائی۔ مدارس دینیہ کے خلاف کاٹھے انگریزوں کا حالیہ اقدام بھی اُسی سازش کا تسلسل ہے اور ان شاء اللہ اس بار بھی دین دشمن منہ کی کھائیں گے اور ذلت آمیز شکست سے دوچار ہوں گے۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ دینی مدارس ہی پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کے سب سے بڑے محافظ اور سیکولرسٹوں، روشن خیالوں کے ناپاک منصوبوں کے راستے کی سب سے بڑی اور مضبوط دیوار ہیں۔ یہ مدارس اسلام کے

قلعے ہیں۔ان پر حملہ اسلام پر حملہ تصور ہوگا۔اوراس کے جونتائج نکلیں گے،ان سے کالے انگریز اچھی طرح واقف ہیں۔

حکومت شوق سے ماڈل دینی مدارس بنائے ،ہم اس کی راہ میں حائل نہیں ہیں۔لیکن یادرکھے کہ دینی مدارس کی خودمختاری اورنصابِ تعلیم میں کسی بھی قسم کی مداخلت کوقبول نہیں کیا جائے گا۔الحمدللہ وفاق المدارس العربیہ اور پاکستان کے تمام مکاتب فکر کے مدارس نے حکومتی آرڈی نینس کومسترد کردیا ہےاوراس کے خلاف بھرپور مزاحمت کا اعلان کیا ہے۔اس فیصلہ سے جہاں دینی مدارس کے طلباءاور علماءکوحوصلہ ہوا ہے،وہاں حکومتی گماشتوں کی بھی آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔

اس وقت دنیا بھر میں احیاء ونفاذ اسلام کی جتنی بھی تحریکیں سرگرم عمل ہیں،وہ انہی دینی مدارس کی محنت وخلوص کا نتیجہ ہیں۔امریکہ و برطانیہ اوردنیا بھر کے یہود ونصاریٰ ان تحریکوں سے خوفزدہ ہیں اورانہیں بنیاد پرست،دہشت گرداور انتہا پسند جیسے ناموں سے منسوب کرکے بدنام کررہے ہیں۔ہم قرائن وشواہداوردلائل کی بنیاد پرعلیٰ وجہ البصیرت کہتے ہیں کہ مدارس اور جہادی تنظیموں کےخلاف حکومتی آپریشن امریکی وبھارتی منصوبوں کی تکمیل ہے۔

افغانستان پر روس قابض ہوا اور اس نے وہاں کے مسلمانوں کی مذہبی،سیاسی اور انسانی آزادی سلب کرلی۔اس حادثہ پردنیا بھر کے کفارومشرکین خاموش تماشائی بنے رہے۔کسی کوانسانی حقوق کی پامالی پرافسوس نہ ہوا۔ایک بے چارے مسلمان تھے جواپنے افغان بھائیوں کے دکھ دردا ورغم میں شریک ہوئے۔امریکہ نے اپنے عالمی سیاسی مفادات کے تحفظ اور روس کے تقابل میں افغانیوں کی حمایت کی،مگرافغانی مسلمانوں نے جہادِاسلامی افغانستان کے مقاصدِ عالی کو کسی بھی لمحے فراموش نہیں کیا۔وہ امریکی حمایت کے جال میں نہیں پھنسے بلکہ انہوں نے اس عالمی غنڈے،اسلام اور مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن کوروس کے خلاف خوب استعمال کیا۔انہوں نے روس کی شکست کے بعد پوری جرأت کے ساتھ امریکی احکام ماننے سے انکارکیا۔طالبان کی طرف سےافغانستان میں مکمل اسلامی نظام کا نفاذ اُن کے اخلاص کی کھلی دلیل ہے۔پاکستان میں قائم اورسرگرم جہادی تنظیمیں اُس وقت پاکستانی فوج اورحکومت کی ضرورت تھیں۔ان کا وجودملکی سرحدوں کے تحفظ کے لئے ضروری خیال کیا جاتا تھا۔لیکن آج چونکہ امریکی مفادات فریضۂ جہاد کی ادائیگی سے مجروح ہوتے ہیں اوراسلام اورمسلمانوں کوتقویت ملتی ہےاس لئے جہادی تنظیمیں غیرضروری ہوگئی ہیں۔ان کے خلاف آپریشن کیا گیا،دفاتر پرچھاپے مارکرلٹریچرضبط کیا گیا،چندہ بکس اٹھالئے گئےاور جہادفنڈ پر پابندی عائدکردی گئی ہے۔حد یہ ہے کہ کالےانگریزوں نے جواز یہ پیش کیا ہے کہ لوگوں سے زبردستی چندہ اکٹھا کیا جاتا ہے۔یہ دنیا کا سب سے بڑا جھوٹ ہے۔کسی بھی شخص سے زبردستی چندہ نہیں لیا گیا۔لوگوں نے خوش دلی سے اپنی دکانوں پربکس رکھے ہوئے ہیں۔اور مسلمان ازخوداُس میں چندہ ڈال دیتے ہیں۔جہادی تنظیموں کے خلاف آپریشن سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کشمیر کا محاذ بندکرنا چاہتی ہےاور جہادی تنظیموں کواپنی مرضی سے چلانا چاہتی ہے۔یعنی جب حکومت کہے کہ جہادشروع کردو،مسلمان

جہاد شروع کردیں اور جب حکومت کہے کہ اب جہاد بند کردو، یہ دہشت گردی ہے تو جہاد بند کردیا جائے۔ گویا ''کنٹرولڈ جہاد'' کی پالیسی پر عمل پیرا ہے۔ واضح ہو کہ اسلام میں ایسے کسی بھی ذلیل فکر و فلسفہ کا کوئی تصور نہیں۔ جہاد.... اللہ کا حکم ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

اَلجِہادُ ماضٍ اِلیٰ یَومِ القِیامَۃ۔ ''جہاد قیامت تک جاری رہے گا'' (الحدیث)

ہمارے حکمران، کن طاقتوں کے ایجنڈے پر عمل کر رہے ہیں؟ ان کے عزائم و ارادے کیا ہیں؟ اور یہ لوگ کن کے ایجنٹ ہیں؟ اِن سوالات کے جوابات آئے روز اخبارات میں چھپتے رہتے ہیں۔ ذیل میں چند خبریں بطور نمونہ پیش کرنے سے قبل حکمرانوں کو متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ جو کچھ سوچ کر، دینی قوتوں کو کچلنا چاہتے ہیں، اس کا لازمی نتیجہ عذاب الٰہی کا مسلط ہونا ہے۔ حکومت، دینی مدارس اور دینی جماعتوں کو ختم کرنا جتنا آسان سمجھتی ہے یہ اتنا ہی مشکل ہے۔

ع...... آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا

حکومت اس جنگ سے باز آجائے ورنہ یاد رکھے کہ یہ جنگ گھروں، بازاروں، گلیوں، جنگلوں اور صحراؤں میں پھیل جائے گی۔ ایڈیٹر ''نوائے وقت'' جناب مجید نظامی صاحب نے گزشتہ دنوں لاہور میں ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ''ہم نے عہد شکنی کی ہے، اسلام کے نفاذ کا عہد پورا نہیں کیا۔ اس جرم کی پاداش میں اللہ کا عذاب شروع ہو چکا ہے، دعا کریں یہ عذاب ٹل جائے اور یہیں ختم ہو جائے''

حکمران نوشتہ دیوار پڑھ لیں، دین اور دین والوں کے خلاف جنگ جاری رکھ کر عذابِ الٰہی میں مبتلا نہ ہوں۔

اب آخر میں چند خبریں:

☆ ''نیویارک ٹائمز'' کی ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ''امریکہ اور بھارت مل کر پاکستان میں اسلامی انتہا پسندی سے نمٹنا چاہتے ہیں اور اس معاملے میں دونوں ملکوں کے مفادات یکساں ہیں''

☆ مستقبل میں امریکہ و پاکستان مل کر بڑے مقاصد کے حصول کی جدوجہد میں شانہ بشانہ شریک ہوں گے۔

(جارج بش، پاکستان کے یوم آزادی پر پیغام)

☆ پاکستان میں جہادی تنظیموں پر پابندیاں ہمارے کہنے پر عائد کی جارہی ہیں۔ واجپائی (''جنگ'' ۲۹ راگست ۲۰۰۱ء)

☆ جہادی تنظیموں کے خلاف آپریشن سی آئی اے کی ایجنٹ جسیکا سٹیون کی رپورٹ پر کیا گیا۔

(''پاکستان'' ۲۹ راگست ۲۰۰۱ء)

سید کاشف گیلانی

نعت

مرے اپنے مجھے جب قبر میں پیاسا اتار آئے
فرشتے لے کے جنت سے شرابِ خوش گوار آئے
مہک اٹھیں فضائیں گلستانِ آدمیت کی
حضور آئے تو دامن میں لئے فصلِ بہار آئے
کوئی دن کے لئے اس در پہ رکنا کوئی رکنا تھا
بہت ہی مضطرب پہنچے بہت ہی بے قرار آئے
خدا جانے کشش کتنی نبی کی ذات میں ہوگی
گئے تھے قتل کرنے جو دل و جاں اپنے بار آئے
وہ کیسے لوگ تھے جن کو نبوت سے عداوت تھی
خدا شاہد مجھے تو ان کے پیاروں پر بھی پیار آئے
یہ مجبوری ہے طیبہ سے ہمیں ہے لوٹ کر جانا
اگر انساں کے بس میں ہو یہاں پر بار بار آئے
کچھ اس میں شک نہیں لمحے وہی تھے زیست کا حاصل
وہی لمحے جو کاشفؔ ہم مدینے میں گزار آئے

پروفیسر خالد شبیر احمد

غزل

اک خوف مسلسل کہ مسلط ہے سروں پر
اک خون کی بارش ہے برستی ہے گھروں پر
اپنے ہی خدوخال میں دھندلائے ہوئے سے
الزام عبث دھرتے ہیں آئینہ گروں پر
اب دیدہ وری دور ہوئی دیدہ وروں سے
اب راز کوئی کھلتا نہیں دیدہ وروں پر
جب تک ہے یہی شہر کا معیارِ فضیلت
دستار نہ رکھیں گے کبھی اپنے سروں پر
صورت سے تیری شہرتِ آشفتہ سراں ہے
احساں ہے تیرا یہ بھی تو آشفتہ سروں پر
اک زخم شفق رنگ، صلہ تیری نظر کا
کافی ہے کرم تیرا یہی دربدروں پر
تھک ہار کے یوں دشت میں سب بیٹھ گئے ہیں
ہے چاپ بھی قدموں کی گراں ہمسفروں پر
مٹی کی صلابت پہ نظر کس کی پڑی تھی
الزام ہے اب کیسا بھلا کوزہ گروں پر
سورج کی کڑی دھوپ میں نکلے تھے سفر کو
اک برف کی چادر کو لئے اپنے سروں پر
پھولوں کی رفاقت کا کرشمہ ہے کہ خالدؔ
ہر رنگ سجا دیکھا ہے تتلی کے پروں پر

شورش کاشمیریؒ

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء

اے مسلماں صورتِ حالات سے حیراں نہ ہو
آ گئی نزدیک منزل ہوش کی پونجی نہ کھو
باغباں سے موسمِ صرصر میں کہنا ہے مجھے
اس چمن میں لالہ و گل کی جگہ کانٹے نہ بو
آزمائش کا زمانہ ہے عزیزِ محترم
معرکے سنگین ہیں اے نیند کے ماتے نہ سو
طاعتِ ربّ العلیٰ عشقِ محمدؐ مصطفیٰ
رہروانِ دین پیغمبرؐ کی بنیادیں ہیں دو
بیسوا کا عارضِ گلگوں ہے زعمِ سلطنت
دامنِ فرمانروائی خونِ ناحق سے نہ دھو
سیّد الکونینؐ کی پھٹکار اس ملعون پر
جس کے دل میں ہے نبوت کا تصور گونگو
مکتبی مُلا، سیاسی لونڈوں کے ہمرکاب
ناؤ کو سیلاب کی موجوں میں دیتے ہیں ڈبو
دین ہے رجعت پسندی کی علامت آج کل
گاؤ دی ہیں وہ مسلمانوں سے یہ کہتے ہیں جو
جان کی بازی ہے اور ختمِ نبوتؐ کا سوال
فیصلہ ہو کر رہے گا اس مہینے سات کو

معرکۂ ختمِ نبوت

ناموسِ مصطفیٰؐ کے نگہدار زندہ باد
میرِ اممؐ کے غاشیہ بردار زندہ باد
نوے برس کا ایک قضیہ کیا ہے طے
بادہ گسارِ احمدِ مختارؐ، زندہ باد
سر کرلیا ہے ختمِ نبوت کا معرکہ
زندہ دلانِ لشکرِ احرار، زندہ باد
جھکتا نہیں ہے پرچمِ دینِ ہدیٰ کبھی
رکتی نہیں دین کی للکار، زندہ باد
پرچم ہے سرفراز رسالت مآبؐ کا
لایا ہے رنگ جذبۂ ایثار، زندہ باد
ازبسکہ ذوالفقارِ علیؓ بے نیام ہے
خنجر بکف ہے قافلہ سالار، زندہ باد
اہلِ وفا کے دل میں پیمبر کی ہے لگن
اہلِ وغا کے عشق کی رفتار، زندہ باد
برطانوی نژاد نبوت کا ارتحال
نرغے میں آگئے ہیں سیہ کار، زندہ باد
بھٹو کا نام زندہ جاوید ہوگیا
شورش شکست کھا گئے اشرار، زندہ باد

☆☆☆☆☆

سید یونس الحسنی

خنگِ بے لگام

اس عہدِ نا ہنجار میں مکروہات کی عجیب وغریب فصلیں اُگ رہی ہیں۔ وطنِ عزیز اس معاندانہ پیداوار میں خود کفالت کو پہنچ چکا ہے۔ مجہول سیرتوں اور مضحک شکلوں کے مفکرین گروہ در گروہ ہیں۔ ان کے افکار زوال ہستی کی تیرگی میں غلطاں ہیں۔ ان کے نظریات کمال ہستی کی بے کلی کے عذاب میں مبتلا ہیں۔ وہ گمراہی کو نوائے تازہ کا نام دیتے ہیں۔ مُردنی کے پوست کو زندگی کی ہماہمی پکارتے ہیں۔ یہ خراباتی اپنی بدمستیوں کو موسموں کی چلا چلی کہتے اور عشقِ رسالت کے کیف و سرور کو پُر امن فضاؤں میں کھلبلی قرار دیتے ہیں۔ تغافل شعاری کی حد ہے لیکن یہ غفلت نہیں ہمہ نوعی سرکشی کی انتہا ہے۔ اس سے بڑی شقاوت کوئی نہیں کہ سرکار رسالت پناہ ﷺ کا دامن عصمت بھی ایسے لقندروں کی تحریریں و تقریری آوارہ خرامیوں سے محفوظ نہیں رہا۔ حیلے بہانوں سے عشاقِ رسول ﷺ کو رگیدنا، اُن کی جاں سپاری اور فداکاری سے استہزاء کرنا ان کورِ چشمانِ فکر ونظر کی عادت ثانیہ بن چکی ہے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ اُنہیں روکنے ٹوکنے کی ہمت کسی میں نہیں۔ اگر کوئی جسارت کر بھی لے تو میڈیا اُسے کوئی جگہ نہیں دیتا۔ چنانچہ وہ دندناتے اور جلسوں، سیمیناروں میں اپنی تیار کردہ خوراک نثاد نوکو بانٹتے پھرتے ہیں۔ اُس کے لازمی نتیجے کے طور پر کھیت کھیت میں تیرگی پھیل رہی ہے۔ تہذیب کی فضاؤں میں چیلوں کے غول محوِ پرواز ہیں۔ بہت سے لوگ اس صورت حال پر سوچتے رہتے ہیں اور بہت سوں کو گویا سانپ سونگھ گیا ہے۔

''محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی''

گزشتہ دنوں اخبارات میں ایک بہت بڑے باپ کے بہت چھوٹے بیٹے کا بیان لوگوں میں خاصا زیرِ بحث رہا۔ جس کا لبِ لباب یہ تھا کہ

۱۔ ہماری تمام تر ناکامیوں کا سبب مذہبی انتہا پسندی ہے۔

۲۔ تہجد گزار خواجہ ناظم الدین کے خلاف تحریک کے اثرات ابھی تک قائم ہیں۔

۳۔ قادیانیوں کے خلاف تحریک امریکہ کے ایماء پر چلائی گئی تھی۔

۴۔ تحفظِ ختمِ نبوت کے نام پر چلنے والی اس پر تشدد تحریک نے ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا۔

۵۔ موجودہ دور میں جہاد کے نام پر اندرون و بیرون ملک دہشت گردی کی جا رہی ہے۔

۶۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظِ ختمِ نبوت نے پاکستان میں بنیاد پرستی کا ڈول ڈالا۔

غور کیجئے! کس قدر بہکی بہکی باتیں ہیں، اس نئے دور کے مفکر کی۔ دُختِ رز کے شغال سے ایسی ہی توقع کی

جاسکتی ہے۔ راقم دیر تک سوچوں کے بحرِ قلزم میں غلطاں رہا۔ ایک سوال بڑی شدت سے قلب و ذہن میں مچلتا رہا اور وہ یہ کہ اس مفکرِ بےفکر کے عظیم مفکر باپ نے پنڈت نہرو کو خط لکھا کہ ''احمدی اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں۔ یہ کسی بھی جہت سے مسلمانوں کی نمائندگی نہیں کر سکتے''۔ اُنہوں نے یہ سب کس کے کہنے پر کیا تھا؟ کیا عبارت سر ونسٹن چرچل اور روز ویلٹ نے لکھوائی تھی؟ کیا تحریک کشمیر ۱۹۳۱ء کے دوران اُنہوں نے ملکۂ برطانیہ کے ایماء پر مرزا بشیر قادیانی کو نکال کوئی کشمیر کمیٹی کی بنیاد رکھی اور احرار رہنماؤں کے ہم قدم ہوئے؟ راقم بر بنائے دیانت اس رائے کا اظہار کرنا چاہتا ہے کہ لیگی مفکرین اور سیاستدان ابھی تک تحریک تحفظِ ختمِ نبوت کی جلالت، سطوت، تمکنت اور اس کے رعب داب کا سامنا کرنے کے قابل نہیں ہو سکے۔ تیرہ ہزار شہدائے ناموسِ رسالت کا خون بے گناہی اُنہیں ٹکنے نہیں دیتا۔ اُن کا دامن بری طرح داغدار ہے اور یہ انمٹ داغ ہے، جس کا وبال اُن کی سیاست کے ساتھ ساتھ اُن کی جانوں پر مسلسل نازل ہو رہا ہے اور ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ استعماریت کے چیلے چانٹے اپنے اپنے دائرہ کار میں اپنی اپنی بساط کے مطابق خود کو بے گناہ ثابت کرنے کے لئے اس تحریک کو کبھی اندرونی سازش کا نام دیتے ہیں اور کبھی بیرونی کارگزاری قرار دیتے ہیں۔ دراصل لاہور سے چٹا گانگ تک بہنے والے لہو نے ان جاروب کشانِ افرنگ کی نیندیں حرام کر رکھی ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

''جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا''

خواجہ ناظم الدین کے ذاتی طور پر تہجد گزار ہونے کا ذکر جچتا ہی نہیں۔ وہ گورنر جنرل تھے۔ مسلمان تھے۔ مگر پرلے درجے کے بزدل۔ وہ اپنی خوفزدگی کو مصلحت کوشی کا نام دیتے ہے۔ اُن مسلمانی کو کیا کریں۔ وہ تو حضور سرورِ کائنات ﷺ کی ردائے ختم المرسلینی کی حفاظت سے انکاری تھے۔ ان کا ایک ہی جواب تھا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے سے امریکہ اور برطانیہ ہماری امداد خصوصاً گندم کی ترسیل روک دیں گے۔ ہم معاشی بدحالی کا شکار ہو جائیں گے۔ تاریخ کی عدیم النظیر مثال ہے کہ حضور ﷺ کا کلمہ پڑھنے والے حاجی نمازی مسلمان گورنر جنرل نے دامانِ مصطفیٰ سے وابستہ ہزاروں محبانِ ناموسِ رسالت کو خاک و خون میں تڑپا دیا، اُن پر جور و ستم کی انتہا کر دی گئی۔ کئی ہزار شہداء کے لاشے جلا کر تاریکی میں اُن کی مقدس خاک دریائے راوی میں بہا دی گئی۔

کتنے توپوں سے باندھے اُچھالے گئے
کتنے راوی کی لہروں میں ڈالے گئے
کتنی ماؤں کی آنکھوں کے تارے گئے
جرمِ عشقِ رسالت میں مارے گئے
پھر بھی جذب و جنوں میں کمی نہ ہوئی

عشق کے مجرموں میں کمی نہ ہوئی

اے عہدِ حاضر کے ناخداؤ سنو! یہ لازوال قربانی کسی ایرے غیرے نتھو خیرے کے اشارے پر نہیں دی گئی تھی۔ یہ حُبِ رسول کا ثمرہ تھا۔ یہ اہلِ ایمان کا شعار تھا، یہ اہلِ وفا کی روایت کا تسلسل تھا۔ یہ شہدائے جنگِ یمامہ کی ریت کا ور پر یت نبھانے کا انداز پُر جلال و جمال تھا۔ یہ اُسامہ بن زیدؓ اور خالد بن ولیدؓ کے تہور کا اظہارِ نو ی تھا۔ تم اپنی خود فروشی کو چھپانے کے لئے جو چاہو، کرتے رہو لیکن تمہارے دلوں کی سیاہی تمہارے چہروں پر آ چکی ہے۔ دنیا میں تم ہمیشہ سے فرو ختنی ہو، عقبیٰ میں تاجدارِ ختمِ نبوتؐ کا سامنا کس طرح کرو گے۔ تم خنگِ بے لگام کی طرح چاروں طرف دولتیاں جھاڑتے پھرتے ہو۔ تمہیں اتنی خبر نہیں کہ ۱۹۵۳ء کے اس ذبحِ عظیم نے وطنِ عزیز کو ہولناک تباہی سے بچا لیا تھا۔ تم جو مانگے تانگے افکار پر گزر اوقات کر رہے ہو۔ تم کلامِ اقبال کے کرگس ہو، جو عقابوں کے نشیمن میں نقب لگانے کی نامشکور سعی کر رہے ہو۔ اُس فلسفی شاعر نے سچ ہی کہا تھا۔

"باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو
تو پسر قابلِ میراثِ پدر کیونکر ہو"

ذرا اپنے دل کی اندھیر نگری میں حُبِ رسول کی روشنی کر کے دیکھو، تمہیں صاف اور دوٹوک انداز میں معلوم ہو جائے گا۔ کہ وطنِ عزیز پر قائم وبال خواجہ ناظم الدین جیسے استعماری ایجنٹ اور تاجِ برطانیہ کے خود کاشتہ پودے مرزائیت کے خلاف تحریک چلانے سے نہیں آیا۔ بلکہ اس تحریک کو خونخوار اعظم خان کے ذریعے کچلنے سے آیا ہے۔ اب بھی وقت ہے۔ باز آ جاؤ، اپنی ہرزہ سرائیوں سے، اپنی ہفوات بند کر دو، ورنہ یہ وبال پہلے سے زیادہ سخت ہو جائے گا۔ پاکستان میڈیا کے اس برخود غلط مفکر کو چیلنج ہے۔ وہ کوئی ٹھوس ثبوت پیش کرتے اور مذکورہ تحریک کا آغاز اس کے کسی بیرونی آقا کے اشارۂ ابرو پر کیا گیا تھا۔ راقم منتظر ہے۔

بقیہ از ص 50

☆ "ساری دنیا میری عزت کرتی ہے اور تم مجھے پانی لانے کے لئے کہہ رہے ہو" خاتون کونسلر نے اپنے میاں کی پٹائی کر دی۔ (ایک خبر)

آپ بی اے پاس ہیں اور بندہ بی بی پاس ہے۔ شیخ صاحب گھر سے نکلے اور مجھ سے کہہ دیا

☆ اسلامی معاشرے کے لئے خواتین کی شرکت یقینی بنائی جائے۔ (شاہین عتیق)

بہت کچھ بن کے بھی تو پھر وہی عورت کی عورت ہے
چراغِ خانہ ہی بن کر نباہ لیتی تو اچھا تھا

☆ فیصل مختار کی رہائش گاہ پر اجتماع۔ مفتی عبدالقوی نے دعا کرائی۔ (ایک خبر)

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

محمد عابد مسعود ڈوگر

7 ستمبر ------ یومِ تحفظ ختمِ نبوت

قادیانی فتنے کا تعارف اور اس کے تعاقب کی لمحہ بہ لمحہ کہانی

سات ستمبر کا دن پاکستان کے مسلمانوں کے لئے خصوصی طور پر اور دنیا کے کونے کونے میں بسنے والے مسلمانوں کے لئے عمومی طور پر، ایک یادگار اور تاریخی دن ہے۔ یہ دن جب ہر سال ستمبر کے مہینے میں لوٹ کر آتا ہے، تو ہمیں اس تاریخ ساز فیصلے کی یاد دلاتا ہے جو پاکستان کی قومی اسمبلی نے عقیدۂ ختمِ نبوت کی حقانیت کا برملا اور متفقہ اعلان کرتے ہوئے جاری کیا تھا۔ اسی عظیم اور تاریخ ساز فیصلے کی رو سے گزشتہ سے پیوستہ صدی کی آخری اندھیری راتوں میں جنم لینے والی ناجائز اور جھوٹی قادیانی نبوت اور اس کے ماننے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا گیا تھا۔ قومی اسمبلی نے جمہوری طریقے کے مطابق متفقہ طور پر یہ بل پاس کیا۔ آج کی ساری گفتگو چونکہ اسی دن کے حوالے سے ہے، اس لئے ضروری ہے کہ اسلام میں عقیدۂ ختمِ نبوت کی اہمیت اور اس مضبوط قلعہ کی فصیلوں میں اندھیری راتوں میں چھپ کے شب خون مارنے والوں کا بھی کچھ تفصیل سے ذکر کیا جائے۔

عقیدۂ ختمِ نبوت مسلمانوں کے ایمان کی اصل اور اساس ہے۔ ختمِ نبوت کا منکر بالاتفاق کافر اور مرتد ہے۔ حضور اکرم ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ نبی آخر الزماں ہیں۔ قرآن پاک اور احادیث میں اس کا واضح اعلان موجود ہے۔ اس لئے آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبی ماننا، دائرہ اسلام سے خارج ہونے والی بات ہے۔ جھوٹے مدعیانِ نبوت کا سلسلہ حضور اکرم ﷺ کے آخری دور سے شروع ہوتا ہے۔

اسودِ عنسی حضورِ اکرم ﷺ کے آخری لمحات میں حضورِ اکرم ﷺ کے حکم سے جہنم رسید ہوا۔ جبکہ مسیلمہ کذاب حضورِ اکرم ﷺ کے انتقال کے بعد ایک بڑا لشکر بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے اپنے اسی اعلان سے لوگوں کو گمراہ کیا کہ حضورِ اکرم ﷺ نے اسے اپنی نبوت میں شریک کر لیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد اور اپنی خلافت کے تمام تر نامساعد حالات کے باوجود مسیلمہ کذاب کے خلاف جہاد کا اعلان کر کے لشکر کشی فرمائی۔ چونکہ دوسری بہت سی جگہوں پر اس وقت اسلامی فوج مصروف تھی۔ تمام جوان صحابہ کرامؓ ان معرکوں میں شرکت کے لئے گئے ہوئے تھے۔ اس لیے اس لشکر میں اصحابِ بدر، مفسر، محدث، حفاظ صحابہ کرامؓ شامل تھے۔ مسیلمہ کذاب کا لشکر تیس ہزار سے کچھ زائد تھا۔ سخت قسم کا معرکہ ہوا۔ اس موقعہ پر بارہ سو سے زائد مذکورہ بالا صفات کے حامل صحابہ کرامؓ نبی اکرم ﷺ کی ختمِ نبوت کے تحفظ کے لئے قربان ہو گئے۔ مسیلمہ کذاب اپنے لشکر سمیت جہنم رسید ہو کر گزشتہ زمانے کی ایک کہانی بن گیا۔ اس دجال سے لے کر قادیان کے دجال تک بہتر (۷۲) کے قریب سیاہ بختوں نے ،نبوت کی عظیم دیوار میں نقب لگانے کی

کوشش کی۔ ان تمام کو امت مسلمہ نے بالاتفاق مسترد کر کے بعض کے خلاف تو جہاد کیا، بعض کو دیس نکالا دے ڈالا اور بعض کے خلاف تردیدی مہم چلائی۔ نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق نبوت کے ہر مدعی کو کذاب اور دجال قرار دے کر اسلام کی مہکتی ہوئی بستی سے

کوسوں دور پھینک دیا۔ اسی تناظر میں ہم مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف مسلمانوں کی طرف سے بپا کردہ اس صدی کی عظیم تحریک کا جائزہ لیتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کسی گمنام خاندان کے فرد نہیں بلکہ ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، جس کا تذکرہ تاریخ کے صفحات میں موجود ہے۔ سرلیپل گریفن نے اپنی کتاب ''تاریخ رئیسانِ پنجاب'' میں مرزا صاحب کے خاندان کا قصہ بیان کیا ہے۔ جس کا اردو ترجمہ سید نوازش علی شاہ مترجم دفتر گورنر پنجاب نے ۱۹۱۱ء میں سرکاری اجازت سے کر دیا تھا۔ اس کتاب کی جلد دوئم کے صفحہ ۴۴ پر مرزا صاحب کے خاندان کا ذکر ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خاندان سکھوں کے دورِ اقتدار میں بھی سکھوں کے ساتھ مل کر پنجاب کے مختلف علاقوں میں مسلمان حریت پسندوں کے خلاف شمشیر بکف رہا ہے۔ جب انگریز پنجاب میں آئے اور سکھ دورِ حکومت زوال پذیر ہوا تو پھر مرزا قادیانی کے اسلاف انگریزوں کے ساتھ مل کر ان حریت پسندوں کے خلاف بھی نبرد آزما ہو گئے، جو انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے کے لئے مصروفِ جہاد تھے۔ مرزا غلام احمد کے والد مرزا غلام مرتضٰی نے رنجیت سنگھ کی فوج میں ملازم رہ کر مہاراجہ کی ہر فوجی مہم میں قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ رنجیت سنگھ کے دورِ حکومت میں سید احمد شہیدؒ کے حریت پسندوں کا جہاد دراصل اسی سکھ حکومت کے خلاف تھا۔ اس لیے کشمیر، پشاور اور ہزارہ پر سکھوں نے جتنے بھی حملے کیے، وہ صرف مسلمانوں کے خلاف تھے۔ ان حملوں میں مرزا صاحب کے والد اور بھائی مرزا غلام مرتضٰی اور مرزا غلام قادر سکھ فوج میں ملازم ہو کر مسلمانوں کے خلاف مصروفِ پیکار رہے۔ مرزا غلام مرتضٰی نے اپنی فوجی زندگی کا بیشتر حصہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بیٹے شیر سنگھ کی ملازمت میں بسر کیا اور یہ وہی شیر سنگھ ہے، جس کی قیادت میں بالاکوٹ کے مقام پر، سید احمد شہیدؒ کے مجاہدوں کی آخری جھڑپ ہوئی۔ جس میں جذبہ جہاد سے سرشار اسلام کی عظیم تحریک اسلام کے نام پر قربان ہوگئی۔ مرزا کے آباؤ اجداد کفار کے نمک حلال اور مسلمانوں کے نمک حرام رہے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں قادیان ضلع گورداسپور میں پیدا ہوا۔ خاندان پشتی طور پر انگریزوں کا وفادار اور نمک خوار تھا۔ وہ نمک خواری کس حد تک تھی، اس کا ملاحظہ آپ کتاب البریہ (ص ۳،۴،۵) پر کر سکتے ہیں۔ اس خاندان میں مرزا غلام احمد قادیانی کی پرورش اس دور میں ہوئی، جب پوری مسلمان آبادی انگریز کے خلاف مصروف جہاد تھی اور ۱۸۵۷ء کا جہاد جس کو مرزا غلام احمد قادیانی غدر سے تعبیر کرتے ہیں۔ وہ بھی اسی جہاد کا حصہ تھا۔ خاندانی نمک خواری کے اثرات کا اظہار بعد میں اس طرح ہوا کہ مرزا صاحبؒ نے بدیسی انگریزوں کے خلاف جہاد کو حرام قرار دے دیا۔ اور انگریزی حکومت کو اللہ کا سایہ اور خود کو اس کا خود کاشتہ پودا قرار دیا۔ ''بعض احمق اور نادان سوال کرتے ہیں کہ اس گورنمنٹ سے جہاد درست ہے یا نہیں؟ سو، یاد رہے کہ یہ سوال ان کا نہایت حماقت کا ہے کیونکہ جس کے احسانات کا شکر کرنا عین واجب ہے، اس سے جہاد کیسا؟ سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بد خواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے۔'' (شہادت القرآن ص ۵۴)

مرزا صاحب نے جب تک اپنے آپ کو اسلام کے مناظر کی حیثیت سے پیش کیا۔ علماء کرام نے اس کی تائید کی۔ لیکن جب مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات سے ٹکرانے لگے تو علمائے کرام نے ان عقائد کو نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں پرکھا اور شریعت نے ان عقائد کی روشنی میں جو حکم نافذ کیا، وہی حکم مرزا قادیانی کے عقائد پر لاگو کیا گیا۔ مجدد کے بعد ملہم سے مصلح وغیرہ تک مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوے رہے۔ اہل علم نے اسی وجہ سے کفر کے فتاویٰ جاری نہیں کیے، بلکہ مرزا

صاحب کی اصلاح کی کوشش کی کہ جن کا تم دعویٰ کرتے ہو، ان کے اوصاف تمہارے اندر نہیں ہیں۔ لیکن بعد میں یہ بات ظاہر ہوئی کہ مرزا صاحب تو کسی اور ہی مشن پر کام کر رہے ہیں۔ وہ ان ضلالتوں سے رجوع کرنے کی بجائے جھوٹے دعوؤں کی سیڑھیاں ٹھکا ٹھک چڑھتے جا رہے ہیں۔ مجدد اور مصلح کے بعد مامور من اللہ، مسیح موعود تک پہنچے۔ اور آخر کار مسیلمہ کذاب کی پیروی کرتے ہوئے نبوت کی عمارت میں نقب لگانے کی ٹھان لی اور اپنے آپ کو نبی اکرم ﷺ کے مقابلے میں پیش کیا۔ اب ان کے چند ''قلم پارے'' ملاحظہ فرمائیں اور فیصلہ کریں ''سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا'' (دافع البلا طبع سوم قادیان ۱۹۴۶ء، ص ۱۱)

میں رسول اور نبی ہوں یعنی کہ اعتبار ظلیت کاملہ کے، میں وہ آئینہ ہوں، جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔'' (نزول مسیح ص ۳ (حاشیہ) طبع اول مطبع ضیاء اسلام قادیان ۱۹۰۹ء)

''میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔'' (تمتہ حقیقۃ الوحی ص ۶۸، مطبوعہ قادیان ۱۹۳۴ء)

''میں جبکہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیش گوئی کے قریب خدا کی طرف سے پا کر بچشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہوگئیں تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر انکار کرسکتا ہوں اور جبکہ خود خدا تعالیٰ نے یہ نام میرے رکھے ہیں تو میں کیونکر رد کردوں یا اس کے سوا کسی اور سے ڈروں ('' ایک غلطی کا ازالہ'' ص ۸ مطبوعہ قادیان، ۱۹۹۱ء)

ان عقائد کے بعد علمائے کرام نے مرزا صاحب اور اس کے پیروکاروں کو امت اسلامیہ سے خارج کرنے کا فتویٰ جاری فرمایا۔ جن اسلامی تعلیمات کی روشنی میں یہ فیصلہ کیا گیا، وہ یہ ہیں۔

نبی اکرم ﷺ پر نبوت اور رسالت کے مقدس سلسلے کی تکمیل ہوگئی اور آپ کے بعد کوئی بھی کسی بھی قسم کا نبی نہیں آسکتا۔ اور نہ آپ کے بعد کسی پر وحی آسکتی ہے اور نہ ایسا الہام جو دین میں حجت ہو۔ اسلام میں اس عقیدے کا نام ''ختم نبوت'' ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ سے لے کر اب تک امت مسلمہ مکمل اتفاق کے ساتھ اسے ایمان کا جزو قرار دیتی آئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے کہاں اپنے اوپر اپنے اس مقدس سلسلے کی تکمیل کی وضاحت فرمائی وہیں اپنے بعد اس منصب کا دعویٰ کرنے والوں کے بارے میں بھی اپنی امت کو خبردار فرما دیا۔ آپ نے فرمایا۔'' قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تیس کے قریب کذاب اور دجال پیدا نہ ہوں گے جن میں سے ہر ایک دعویٰ کریگا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے۔'' (صحیح بخاری شریف)

ایک دوسری حدیث میں ارشاد پاک ہے۔'' قریب ہے کہ میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہونگے۔ ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں۔ حالانکہ میں ﷺ خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔'' (جامع الترمذی)

میرا خیال ہے کہ اب آپ کو اسود عنسی اور مرزا غلام احمد قادیانی میں کوئی فرق محسوس نہیں ہو رہا ہوگا۔ اس فتنے نے جب سے سر اٹھایا۔ اہل علم اس کے تعاقب میں ہیں۔ مرزا صاحب نے اپنے سسرالی وطن لدھیانہ کا انتخاب کیا اور ۱۸۸۱ء میں ایک عام اجلاس کے اندر اس کا اعلان کیا۔ لدھیانہ کے ممتاز عالم دین مولانا عبداللہ لدھیانوی نے اس کی سختی سے تردید کی۔ مرزا کے ماموں نے اسے علماء کا حسد قرار دیا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصے بعد تمام علمائے لدھیانہ پر مرزا کی تعلیمات کے مطالعہ کے بعد اس کا کفر ظاہر ہوگیا۔ علماء نے اس کی تمام کفریہ عبارات اور عقائد کو جمع کیا اور اس کی روشنی میں اہل علم نے فتویٰ کی توثیق کی اور مرزا غلام احمد قادیانی کے تعاقب میں میدان میں نکل پڑے۔

۱۹۲۹ء تک علماء نے علمی مباحثوں اور مناظروں کے ذریعے قادیانیت کا مقابلہ کیا، جو علماء اس میدان میں مرزا غلام احمد قادیانی کا مردانہ وار مقابلہ کرتے رہے۔ ان میں مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا لطیف اللہ علی گڑھی، مولانا احمد حسن دہلوی، شیخ الہند محمود حسن، علامہ انور شاہ کشمیری، مولانا خلیل احمد سہارنپوری، مولانا عبداللہ لدھیانوی، محمد اسماعیل، مولانا محمد علی مونگیری، مولانا مرتضٰی حسن چاند پوری، مولانا رشید احمد گنگوہی، اور حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ شامل ہیں۔

۱۹۲۹ء میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، چودھری افضل حقؒ، شیخ حسام الدینؒ، ماسٹر تاج الدین انصاریؒ، اور مولانا ظفر علی خانؒ نے مجلس احرار اسلام کی بنیاد رکھی۔ احرار کے قیام کے چند ہی دنوں بعد تحریک کشمیر کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہاں قادیانیوں نے کشمیریوں سے ہمدردی کے نام پر اپنی کفریہ سرگرمیاں شروع کر رکھی ہیں۔ قادیانیوں کے خلیفہ مرزا بشیر الدین نے کشمیر کمیٹی بنائی اور اس میں حضرت علامہ اقبالؒ نے قادیانیت کا بغور مطالعہ کیا اور پنڈت نہرو کو قادیانیت کے بارے میں دھول جھونکنے کے لئے کیا گیا تھا۔ احرار کی تحریک پر علامہ اقبالؒ نے قادیانیت کا بغور مطالعہ کیا اور پنڈت نہرو کو قادیانیت کے بارے میں کیے گئے سوال کے جواب میں اپنے ایک خط میں لکھا کہ ''قادیانی اسلام اور وطن دونوں کے غدار ہیں'' مولانا ظفر علی خانؒ نے صحافت کے ذریعے اس فتنہ کا تعاقب کیا، روزنامہ زمیندار اس مقصد کے لئے وقف تھا۔ احرار کے قیام سے قبل جتنی بھی کوششیں ہوئیں، وہ ساری علمی اور انفرادی سطح کی تھیں۔ قادیانیوں کے خلاف منظم تحریک احرار ہی نے اپنے قیام کے بعد چلائی۔ ۱۹۳۰ء میں محدث اعظم حضرت مولانا انور شاہ کشمیری علیہ الرحمۃ نے انجمن خدام الدین لاہور کے سالانہ جلسہ کے موقع پر پانچ سو علماء کی موجودگی میں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو امیر شریعت کا لقب عطا فرمایا۔ اور قادیانیت کے خلاف جدوجہد کرنے کے لئے امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ کی اقتداء میں پانچ سو جید علماء نے اس عظیم الشان اجتماع میں شاہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اب امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے اپنی زندگی کو دو کاموں کے لئے وقف کر دیا۔ ایک عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ اور دوسرا ہندوستان سے انگریزوں کا انخلاء۔ احرار نے قادیانیت کا باقاعدہ اور منظم انداز میں تعاقب کرنے کے لئے عوامی اجتماعات منعقد کرنے شروع کر دیئے۔ قادیان جس کو قادیانی امت نے ایک علیحدہ ریاست بنا رکھا تھا۔ وہاں اپنا دفتر قائم کیا۔ مستقل طور پر شعبۂ تبلیغ کی بنیاد رکھی اور ساتھ ہی مسجد و مدرسہ قائم کر دیا۔ ۲۱۔۲۲۔۲۳ اکتوبر ۱۹۳۴ء کو حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی صدارت میں قادیان میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد کرنے کا اعلان کیا۔ مرزا بشیر الدین کی درخواست پر انگریز حکومت نے قادیان کی میونسپل حدود میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی۔ احرار نے شہر کی حدود کے باہر یہ کانفرنس منعقد کی۔ جس میں کراچی سے راس کماری تک کے دو لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی۔ قیام پاکستان کے بعد مجلس احرار اسلام نے اپنی سیاسی حیثیت ختم کرنے کا اعلان کیا اور اپنی تمام تر طاقت تبلیغی و اصلاحی امور اور استحکام پاکستان کے لئے صرف کر دی۔ احرار نے قیام پاکستان تک کیا کیا قربانیاں دیں اور انگریز کو اپنے اقتدار کا ٹاٹ لپیٹنے پر کیسے مجبور کیا؟ (اس کے لئے دیکھئے جانباز مرزا مرحوم کی کاروانِ احرار) پاکستان کے قیام کے بعد قادیانیوں نے ربوہ (حال چناب نگر) کو اپنی ارتدادی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ اور نئے طریقوں سے اپنا جال پھیلانا شروع کر دیا۔ پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ ظفر اللہ قادیانی کو بنایا گیا۔ اس نے اپنے سرکاری منصب کا اپنے مذہب کی تبلیغ کے لئے بے دریغ استعمال کیا۔ قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کا سدباب کرنے کے لئے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ایماء پر مولانا لعل حسین اخترؒ نے ۳ جون ۱۹۵۲ء کو تمام مکاتب فکر کی مجلس مشاورت بلائی تاکہ ایک

مشترکہ پلیٹ فارم سے اس نئے فتنے کا سدباب کیا جائے۔اس مشترکہ مجلس نے ذیل کے مطالبات مرتب کیے۔

ا۔قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

۲۔ظفر اللہ قادیانی کو وزیر خارجہ کے عہدہ سے علیحدہ کیا جائے۔

۳۔تمام کلیدی عہدوں سے قادیانیوں کو ہٹایا جائے۔

۱۹۵۲ء کو قادیانیوں نے اپنا سال قرار دیا۔بلوچستان بالخصوص اور پنجاب کو بالعموم قادیانی اسٹیٹ بنانے کے لئے اپنی سرگرمیاں شروع کر دیں۔۱۹۵۲ء کی آخری رات امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے چنیوٹ کے اندر ایک عظیم الشان جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے اعلان فرمایا کہ ۱۹۵۲ء گزر چکا ہے اور قادیانیوں کی تمام پیش گوئیاں جھوٹی قرار پائیں۔اب میں اعلان کرتا ہوں، ۱۹۵۳ء تحفظ ختم نبوت کا سال ہے۔مجلس احرار اسلام کی تحریک پر کراچی میں قائم ہونے والی کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے تحت پورے ملک میں قادیانیوں کے خلاف بھرپور اجتماعی مہم شروع ہوگئی۔یہ مہم دیکھتے ہی دیکھتے ایک عظیم الشان تحریک میں بدل گئی۔اس تحریک میں مجلس احرار اسلام، جمعیت علمائے اسلام، جمعیت علمائے پاکستان، تنظیم اہل سنت، جمعیت اہل حدیث، جماعت اسلامی اور حزب اللہ شامل تھیں۔خواجہ ناظم الدین نے اس تحریک کو اپنے اور دولتانہ کے خلاف سمجھا اور اس کو کچلنے کے لئے طاقت کا بے دریغ استعمال کیا۔لاہور میں جزوی مارشل لاء لگا دیا گیا اور اس دور کے چنگیز خان جنرل اعظم نے نہتے مسلمانوں پر گولیاں چلائیں اور تیرہ ہزار مسلمانوں کو شہید کر دیا۔پورے ملک میں ایک لاکھ سے زائد مسلمانوں کو جیلوں کی نذر کیا گیا۔قائدین جب جیلوں سے رہا ہو کر آئے تو فضا بہت تبدیل ہو چکی تھیں۔امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو بڑھاپے نے آن لیا۔عاشقان ختم نبوت نے ذرا آرام کے بعد تحریک کو نئے سرے سے منظم کرنا شروع کر دیا۔دھیرے دھیرے پورے ملک میں تبلیغی طرز پر کام چلتا رہا۔آخر کار ۱۹۷۳ء میں آزاد کشمیر اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر بارش کے پہلے قطرے کا کام کیا۔ملک بھر میں خوشی اور مسرت کے شادیانے بجائے گئے۔قائد احرار جانشین امیر شریعت سید ابو معاویہ ابو ذر بخاریؒ نے آزاد کشمیر اسمبلی کو اپنے مبارک بادی پیغام میں کہا ''صحیح ترین بات یہ ہے کہ آزاد کشمیر کی محدود تر حکومت کی مقید ترین اسمبلی نے اس دور ضلالت میں ملکی سطح پر منظم، مسلح اور برسر اقتدار کسی بھی کفر والحاد، کوئی بھی رعب اور خوف محسوس نہ کر کے مسلمانوں کا دیرینہ آئینی مطالبہ تسلیم کر لیا۔اور قادیانوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا ہے۔تحریک مقدس ختم نبوت کے تیرہ ہزار سے زائد شہداء کرام کے خون بے گناہی کا روحانی پیغام قبول کر لیا ہے۔ہم سردار عبد القیوم خان صدر آزاد کشمیر اور ان کے رفقاء اور اراکین اسمبلی اور کشمیری مسلمانوں کو قلب وجگر کی اتھاہ گہرائیوں سے ہدیہ تحسین و تبریک پیش کرتے ہیں''۔اس فیصلے نے مسلمانوں کو اک ولولہ تازہ دیا۔دوسری طرف مئی ۱۹۷۴ء میں نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلباء کا ایک گروپ سیر و تفریح کی غرض سے چناب ایکسپریس سے پشاور جا رہا تھا۔جب ٹرین ربوہ پہنچی تو قادیانیوں نے اپنے دستور کے مطابق مرزا غلام احمد قادیانی کی خرافات پر مبنی لٹریچر تقسیم کرنا شروع کر دیا۔

نوجوان طلباء اس سے مشتعل ہو گئے۔طلباء اور قادیانیوں کے مابین تو تکار ہوئی۔طلباء نے ختم نبوت زندہ باد اور قادیانیت مردہ باد کے نعرے لگائے۔قادیانیوں نے اس وقت تو اس گروپ کو جانے دیا اور اپنے خفیہ ذرائع سے اس کی واپسی کی تاریخ کا پتہ لگوایا۔واپسی پر ۲۹ مئی کو طلباء جب ربوہ پہنچے تو قادیانی غنڈے دیسی ہتھیاروں سے مسلح ہو کر طلباء پر ٹوٹ پڑے اور جس ڈبے میں یہ گروپ سوار تھا، اسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔قادیانی غنڈوں نے طلباء کو نہایت بے دردی سے مارنا پیٹنا شروع

کر دیا۔ طلباء لہولہان ہو گئے۔ جبکہ قادیانی غنڈوں نے ان کا سامان لوٹ لیا۔ آناً فاناً یہ خبر فیصل آباد پہنچ گئی۔ تحفظ ختم نبوت کے مقامی رہنماء مولانا تاج محمود ایک بہت بڑا جلوس لے کر فیصل آباد اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ یہ خبر پہلے ہی جنگل کی آگ کی طرح پھیل چکی تھی۔ اس لیے ہزاروں شہری پہلے ہی سے اسٹیشن پر موجود تھے۔ مسلمانوں نے اس کھلی غنڈہ گردی پر زبردست احتجاج کیا اور طلباء کی مرہم پٹی کرائی گئی۔ اگلے روز یہ خبر پورے ملک میں پھیل گئی اور ہر جگہ قادیانیوں کی بدمعاشی کے خلاف مظاہروں کا ایک طوفان امڈ پڑا۔ اس واقعہ میں اسلامیان پاکستان کے احتجاج نے تحریک مقدس ختم نبوت کو نئی جیت دی۔ عوام کے اس پرزور احتجاج پر حکومت کے ایوانوں میں کھلبلی مچ گئی۔ پنجاب اسمبلی میں قائد حزب اختلاف علامہ رحمت اللہ ارشد نے اس واقعہ پر اپنا احتجاج ریکارڈ کرواتے ہوئے فرمایا: ''ختم نبوت کی دینی حیثیت کے متعلق تمام ممالک کے علماء متفق ہیں کہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ قادیانیوں نے سانحہ ربوہ پر سات دن کی منصوبہ بندی کی، لیکن حکومت نے اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا اور قادیانی اپنے عقائد کی وجہ سے، علمائے کرام نے اپنی صفوں کو درست کرنا شروع کر دیا۔ ۹ جون ۱۹۷۴ء کو لاہور میں مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کی صدارت میں کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس میں شرکت کرنے والے علماء میں قائد احرار سید ابو معاویہ ابوذر بخاریؒ، مولانا عبید اللہ انورؒ، مولانا مفتی محمودؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ، مولانا عبدالستار خان نیازیؒ، مولانا شاہ احمد نورانی اور چودھری ثناء اللہ بھٹہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جبکہ نوابزادہ نصر اللہ خان اور آغا شورش کاشمیریؒ بھی اس اجلاس میں شریک تھے۔ باقاعدہ طور پر مجلس عمل تحفظ ختم نبوت تشکیل دی گئی۔ مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کو اس کا کنوینئر مقرر کیا گیا۔ مستقل انتخاب کے لئے ۱۷ جون کو فیصل آباد میں تمام دینی اور سیاسی جماعتوں کا مشترکہ اجلاس بلایا گیا۔ یہ اجلاس بھی مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں شرکت کرنے والی جماعتوں میں مجلسِ احرارِ اسلام۔ مجلسِ تحفظ ختم نبوت۔ جمعیت علماء اسلام۔ جمعیت علمائے پاکستان۔ حزاب الاحناف۔ جماعتِ اسلامی۔ جمعیت اہلحدیث۔ مسلم لیگ اور پاکستان جمہوری پارٹی شامل تھیں۔ اس موقعہ پر جو ایکشن کمیٹی تشکیل پائی اس کے کنوینئر سید محمد یوسف بنوریؒ جبکہ سیکرٹری جنرل صاحبزادہ محمود احمد رضوی کو منتخب کیا گیا۔ اجلاس میں انتخاب کے حوالے سے کئی مشکل مرحلے آئے۔ اس موقعہ پر شرکاء اجلاس نے سید ابو معاویہ ابوذر بخاریؒ اور آغا شورش کاشمیریؒ کی گہری بصیرت سے بہت استفادہ کیا۔ تمام معاملات نہایت خوش اسلوبی سے طے پائے گئے۔ اس کے بعد مجلسِ عمل کے قائد مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ۔ سید ابو معاویہ ابوذر بخاریؒ۔ صاحبزادہ محمود احمد رضوی۔ آغا شورش کاشمیریؒ۔ مولانا شاہ احمد نورانی۔ اس میں درجنوں علماء نے مجلسِ عمل کے مطالبات کی راہ ہموار کرنے کے لئے پورے ملک میں اپنے دوروں کا جال بچھایا۔ قادیانی اس تحریک سے ہڑبڑا اٹھے اور مسلمانوں کو تشدد کے ذریعے ہراساں کرنے کے لئے کئی جگہ دستی بموں سے حملے کیے۔ حکومت نے ابتدائی طور پر تحریک کو ختم کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ مرکزی اور مقامی سطح پر قائدین کی گرفتاریاں شروع کر دیں۔ جناب آغا شورش کاشمیریؒ کو گرفتار کر لیا گیا۔ ان کے ہفت روزہ ''چٹان'' کو بند اور پریس کو سیل کر دیا گیا۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے صاحبزادے سید عطاء المحسن بخاریؒ کو پابندِ سلاسل کر دیا گیا۔ قائدین کی اکثریت تحفظ ناموسِ رسالت کے مطالبہ کی پاداش میں جیل کی نذر ہو گئی مگر ان تمام معاملات نے تحریک کو ایک نئی جلا بخشی۔ طلباء تنظیمیں بھی میدان میں آ گئیں۔ جمعیت طلباءِ اسلام، تحریک طلباءِ اسلام۔ انجمن طلبائے اسلام۔ اسلامی جمعیت طلبہ نے اس تحریک میں اپنا زبردست کردار ادا کیا۔ تحریکِ طلبائے اسلام کے مرکزی صدر ملک رب نواز چنیوٹی جو اپنی پرجوش تقریروں کی وجہ سے حلقے میں بہت زیادہ مشہور تھے۔ حکومت نے انہیں گرفتار کر لیا۔ حکومت نے اب یہ

دیکھا کہ ان اقدامات سے تحریک مزید پھیل رہی ہے تو حکومت نے قوم کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے۔ اور قومی اسمبلی میں قائد حزبِ اختلاف جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے سانحہ ربوہ اور قادیانی مسئلہ پر سفارشات مرتب کرنے کے لئے پوری قومی اسمبلی کو خصوصی کمیٹی قرار دیا۔ جمعیت علماءِ پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی نے ایک پرائیویٹ بل قومی اسمبلی میں پیش کیا۔ جس پر اٹھائیس (۲۸) معزز اراکینِ اسمبلی کے دستخط ثبت تھے۔ اور یہ بل حزبِ اختلاف کی طرف سے تھا۔ ان دنوں حزبِ اختلاف کے قائد مولانا مفتی محمودؒ تھے۔ بھٹو مرحوم کی طرف سے قومی اسمبلی کو صاحبزادہ فاروق علی خان کی صدارت میں قادیانی مسئلہ پر ایوان میں بحث شروع ہوگئی۔ قادیانی اور لاہوری گروپ نے اپنے اپنے محضر نامے پیش کئے۔ قادیانی گروپ کے جواب میں ''ملتِ اسلامیہ کا موقف'' نامی محضر تیار کیا گیا۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی قیادت میں مولانا محمد شریف جالندھریؒ، مولانا محمد حیاتؒ، مولانا تاج محمودؒ، مولانا عبدالرحیم اشعرؒ نے حوالہ جات کی تدوین کا کام کیا۔ مولانا محمد تقی عثمانی اور مولانا سمیع الحق نے ان حوالہ جات کو ترتیب دے کر ایک خوبصورت کتاب مرتب کر لی۔ چند دنوں میں یہ محضر نامہ تیار ہوگیا۔ جس کو مفکرِ اسلام مولانا مفتی محمودؒ نے قومی اسمبلی میں پڑھا۔ لاہوری گروپ کے جواب میں حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے مستقل طور پر محضر نامہ تیار کیا۔ قادیانی گروپ کے سربراہ مرزا ناصر کو قومی اسمبلی میں زبانی طور کمیٹی کے سامنے اپنا موقف پیش کرنے یا سوالات اور جوابات پر جرح کے لئے بلایا گیا تھا۔ ۵ سے ۱۱ اور ۲۰ سے ۲۱ اگست ۱۹۷۴ء تک کل گیارہ روز مرزا ناصر احمد قادیانی پر جرح ہوئی۔ ۲۷ اور ۲۸ اگست کو لاہوری گروپ کے صدر الدین عبدالمنان عمر اور سعود بیگ پر دو روز جرح ہوئی ۵، ۶ ستمبر کو اٹارنی جنرل آف پاکستان جناب یحییٰ بختیار نے بحث کو سمیٹا، انھوں نے دو روز تک اراکینِ قومی اسمبلی کے سامنے اپنا مفصل بیان پیش کیا۔

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو چار بج کر پینتیس منٹ پر قادیانیوں کے دونوں گروپ مرزائی اور لاہوری گروپ کو قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر غیر مسلم اکثریت قرار دے دیا۔ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے قائدِ ایوان کی حیثیت سے خصوصی خطاب کیا اور عبدالحفیظ پیرزادہ نے آئینی ترمیم کا تاریخی بل پیش کیا۔ یہ بل متفقہ رائے سے منظور کرلیا گیا۔ تو حزبِ اختلاف اور حزبِ اقتدار فرطِ مسرت سے آپس میں بغل گیر ہو گئے۔ پورے ملک میں اسلامیانِ پاکستان نے گھی کے چراغ جلائے۔ یہ دن ہمیں اپنے اسلاف کی بے مثال قربانیوں کی یاد دلاتا ہے جن کی برکت سے قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار پائے۔ میں ان ہزاروں شہداءِ ختمِ نبوت کو سلام پیش کرتا ہوں جنہوں نے جنگِ یمامہ کے شہداء کی تقلید میں اس عظیم مقصد کے لئے اپنی جوانیاں لٹادیں۔ مجلسِ احرارِ اسلام اور عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت سمیت تمام دینی جماعتوں اور مکاتبِ فکر نے مسلسل کئی روز تک اظہارِ تشکر کے لئے اجتماعات جاری رکھے اور بانیٔ احرار حضرت امیرِ شریعتؒ کے قبر پر کئی روز تک کراچی سے چترال تک کے لوگ آکر قرآن خوانی کرتے رہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت ۱۹۷۴ء کی آئینی ترمیم اور ۱۹۸۴ء کے امتناعِ قادیانیت صدارتی آرڈیننس پر نیک نیتی کے ساتھ موثر طور پر عمل درآمد کرائے اور مرزائیوں کو اپنی متعینہ حیثیت کے اندر رہنے کا پابند بنائے اور اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کی روشنی میں مرتد کی شرعی سزا نافذ کرے۔

اس وقت برصغیر میں اس مسئلہ کی داعی جماعت مجلسِ احرارِ اسلام اور اس کے شعبہ تبلیغ تحریک تحفظ ختم نبوت کے علاوہ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت اور انٹرنیشنل ختمِ نبوت موومنٹ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور مرزائیت کے استیصال کے سلسلے کام کر رہی ہیں۔ جبکہ بعض شخصیات اور علاقائی ادارے بھی اس محاذ پر بڑی محنت کر رہے ہیں۔

بقیہ ص 64 پر

پروفیسر خالد شبیر احمد قسط اوّل

علامہ اقبال اور قادیانیت

دورِ حاضر کے مشہور مفکر، مدبر، دینِ اسلام کے حوالے سے عظیم دانش ور مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے اپنی کتاب ''کاروانِ مدینہ'' کے صفحہ ۲۴۲ پر ختم نبوت کے عقیدہ کے تحفظ میں علامہ اقبالؒ کو یوں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

''ہندوستان کے علمائے اسلام اور اربابِ فکر ونظر نے قادیانی فتنے کو بہت اندیشہ کی نگاہ سے دیکھا۔ اور اپنی زبان وقلم اور علم کے ہتھیاروں سے اس فتنہ کے استیصال کی پوری جدوجہد کی اور ظاہر ہے کہ ایک ایسے سیاسی اقتدار کے دور میں، جو خود اس فتنہ کا مربی اور سرپرست ہو، اس سے زیادہ کوئی کوشش ممکن نہ تھی۔ ان مجاہدینِ اسلام میں سرفہرست ان چار حضرات کے نام ہیں۔ مولانا محمد حسین بٹالویؒ، مولانا احمد علی مونگیریؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، مولانا انور شاہ کاشمیریؒ (شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند) اور اسلامی جماعتوں میں سب سے زیادہ جوش اور سرگرمی کے ساتھ اس گروہ کے خلاف جنگ کرنے والی جماعت مجلس احرارِ اسلام رہی۔ جن کے قائد اور روحِ رواں عطاء اللہ شاہ بخاریؒ تھے۔ اس زمرے میں اسلام کے مایہ ناز مفکر ڈاکٹر محمد اقبالؒ بھی ہیں۔ جنہوں نے اپنی بعض تصانیف میں بہت صاف صاف لکھا کہ قادیانیت نبوتِ محمدی کے خلاف ایک بغاوت ہے۔ اسلام کے خلاف ایک سازش ہے۔ یہ ایک مستقل دین ہے۔ اس کے ماننے والے ایک الگ امت ہیں اور یہ امت، عظیم اسلامی امت کا ہرگز جزو نہیں اور یہ ظاہر ہے کہ اقبالؒ کوئی دقیانوسی ''مولوی'' نہ تھے۔ اُن کا شمار دنیائے اسلام کے نہایت بلند تعلیم یافتہ اور روشن خیال افراد میں تھا۔ اور وہ اتحادِ اسلامی کے اُن اول درجہ کے داعیوں میں سے تھے، جن کی دعوت کا اولیں اصول بے تعصبی اور رواداری ہے۔ لیکن چونکہ مرزا غلام احمد کو قریب سے جانتے تھے۔ (یادر ہے کہ مرزا غلام احمد اور علامہ اقبالؒ دونوں پنجاب کے رہنے والے تھے) اور اُن کے مذہب اور اُن کے مقاصد واسرار سے گہری واقفیت رکھتے تھے۔ اس لئے وہ بھی اس فتنے کے خلاف سخت رویہ اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے اور وہ پہلے شخص تھے، جنہوں نے قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ ایک غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا خیال پیش کیا۔''

علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے قادیانیت کے بارے میں جو کچھ نظم یا پھر نثر کی صورت میں پیش کیا ہے۔ اُس کے پیچھے اُن کے اُس جذبہ عقیدت کا کارفرمائی تھی، جو آپ کو حضور ﷺ کے ساتھ تھی۔ اُن کا سارا کلام اسی ایک محور یعنی جذبہ عشق رسول ﷺ کے اردگرد گھومتا اور گردش کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ خصوصاً آپ کی زندگی کا آخری دور تو اس عشق سے لبریز ہے۔ حضور ﷺ کا نام لب پہ آتے ہی آنکھیں فرطِ عقیدت سے بھر آتی تھیں اور دل ودماغ مدینے کی فضاؤں میں محوِ پرواز

ہوجایا کرتا تھا۔ وہ اگر چہ درِ رسول ﷺ پر حاضری نہ دے سکے۔ لیکن ان کا دائرہ تخیل اور زورِ کلام ہمیشہ حجاز کی پر کیف فضاؤں میں پرواز کرتا رہا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام و بیان کے اسرار و رموز، دل و دماغ پر ایک عجب ڈھنگ سے اثر انداز ہوتے ہیں۔ وہ اپنے فکر کو ذکرِ رسول ﷺ اور عقیدتِ رسول ﷺ کے حسین جذبات و احساسات سے سجاتے ہیں۔ وہ خود کہتے ہیں ۔

بحرفے می تواں گفتن تمنائے جہانے را
من از شوقِ حضوری طول دارم داستانے را

اس حقیقت میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ فکری ارتقاء مختلف ادوار میں بٹا ہوا ہے۔ اس کی ابتداء سے لے کر انتہا تک مختلف ادوار ہمارے سامنے ہیں۔ پوری زندگی انہوں نے عصرِ حاضر کے ساتھ ایک کشمکش اور فکری جنگ میں گزاری۔ انہوں نے مغربی تہذیب کے مادی فلسفہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ نہ صرف انکار بلکہ دینی جذبات سے لیس ہو کر اس پر سخت تنقید کرتے ہوئے، دلائل و براہین کے ساتھ اسے جھوٹ بھی ثابت کر دیا۔ علامہ اقبالؒ کی بڑائی کا راز، اس بات میں مضمر ہے کہ انہیں اپنے مؤقف کی صداقت پر ایک لازوال یقین ہے۔ وہ بڑے اعتماد سے اپنی بات کرتے ہیں۔ اُن کی زندگی کا وہ حصہ جو انہوں نے یورپ کے اندر بغرضِ تعلیم بسر کیا، اس لحاظ سے ایک قیمتی عرصہ ہے کہ اسی دوران انہوں نے انگریزی تہذیب و تمدن کو بنظرِ غائر دیکھا۔ وہ بڑے دلیرانہ انداز اور بڑے وثوق کے ساتھ یہ بات کہتے ہیں کہ قیامِ مغرب کے دوران انہوں نے جو مشاہدہ کیا، وہ سارے کا سارا، بے سود، بے نور، اور بے کیف تھا۔ جس نے انہیں درد و کرب کے سوا کچھ نہ دیا۔ وہ اس سے کیا متاثر ہوتے۔ اسے نزدیک سے دیکھ کر پہچان گئے۔ اُن کے دور بین نگاہیں، اُس غازہ کے پار چلی گئیں، جو اُس تہذیب کے مکروہ خدوخال پر جما دیا تھا۔

مئے از میخانۂ مغرب چشیدم
بجانِ من دردِ سر خریدم
نشستم بانکویان فرنگی
ازاں بے سوز تر روزے نہ دیدم

فرنگی تہذیب کے برگ و بار میں انہیں انسانیت کا موسم خزاں جھلکتا نظر آیا تو پھر بہارِ محمدی ﷺ کی طرف نگاہیں ایسی لوٹیں کہ لوٹ کے نہ آئیں اور وہیں جمی رہیں۔

نظر جس جا لگی ہے بس گئی ہے
جہاں اٹکا تھا دل میرا وہیں ہے

انہوں نے اپنی اُس زندگی کا ذکر کیا ہے، جو انہوں نے یورپ کے بڑے بڑے شہروں میں گزاری لیکن کچھ اس انداز کے ساتھ کہ پڑھنے والوں کا دل بھی اُچاٹ ہو کے رہ جاتا ہے۔ وہ اُن کے علم اور کتابوں کو خشک اور افسردہ قرار دیتے ہیں۔ اُن کے فلسفے کو دقیق اور تہذیب و تمدن کو فتنہ انگیز کہتے ہیں۔ سارے یورپ کو ایک خود فراموش خطہ قرار دیتے ہیں۔ جہاں کے رہنے والوں نے زمین و آسمان کی وسعتوں سے تو آشنائی حاصل کر لی۔ لیکن اگر نہیں پہچانا تو اپنے آپ کو نہیں پہچانا۔ ؎

بہ افرنگی بُتاں دل باختم من
ز تابِ دیریاں بگداختم من
چناں از خویشتن بیگانہ بودم
چو دیدم خویش را نشناختم من

یہیں سے اقبالؒ کے فکر کو وہ ارتقاء ملتا ہے، جو آج بھی بامِ عروج پر ہے اور ابدِ دنیا تک بامِ عروج پر ہی رہے گا۔ جیسے جیسے زمانے کے مشاہدات اُن کے دل و دماغ پر حقیقتوں کے راز کھولتے چلے گئے۔ وہ سرورِ کائنات ﷺ کے والا و شیدا ہوتے چلے گئے۔ ایسے شخص سے قادیانیت کے گمراہ کن عقائد بھلا کیسے اوجھل رہ سکتے تھے۔ اقبالؒ نے ان کے مکروہ عقائد پر ایسی تنقیدی نگاہ ڈالی کہ ان کی گمراہی پر دہ تلبیس سے منصہ شہود پر آ گئی۔ مسلمانوں کو تو خیر علامہ اقبالؒ کی تحریروں سے ہمت، ولولہ، حوصلہ ملا۔ لیکن قصرِ خلافت پر غم و اندوہ کے بادل چھا گئے۔ ان کے حوصلوں پر اوس پڑ گئی۔ وہ اقبالؒ سے نہ جانے کیا امیدیں لگائے بیٹھے تھے کہ دفعتاً پوری فضا ہی بدل گئی۔ عقیدۂ ختمِ نبوت کی دینِ اسلام میں اہمیت پر ان کی تحریریں اب تا بہ ابد مسلمانوں کے لئے نشانِ راہ بن گئی ہیں۔ ان شاء اللہ! قادیانیوں کے راستے وقت کے ساتھ ساتھ مشکل سے مشکل تر ہوتے چلے جائیں گے اور ایک دن یہ فتنہ افرنگ صفحۂ ہستی سے یوں مٹ جائے گا۔ جیسے کسی تحریر سے حرفِ غلط مٹا دیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''فکرِ اقبالؒ'' کے صفحہ نمبر ۲۴۱ پر اقبالؒ کے دینِ اسلام کے بارے میں خیالات و اعتقادات اس طرح تحریر کرتے ہیں۔

''اسلام اس لئے ایک دینِ کامل ہے کہ اس کی تعلیم میں انسان پر زندگی کی ماہیت کو واضح کر دیا گیا ہے اور اس کو تکمیل خودی کے سیدھے راستے بتا دیئے گئے ہیں۔ ان طریقوں کا عرفان جدوجہد سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ قلزمِ حیات کے کنارے پہ بیٹھ کر جو حکمت، حقیقت تک پہنچنا چاہتی ہے۔ اس کو کبھی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ زندگی حرکت ہے اور سکون میں سمجھ نہیں آ سکتی۔ فقط جدوجہد کرنے والوں کو خدا حقیقتِ حال سے آشنا کرتا ہے۔ ؎

ساحلِ افتادہ گفت گرچہ بسے زیستم
ہیچ نہ معلوم شد آہ کہ من کیستم

موج نہ خود رفتۂ تیز خرامیدہ و گفت

ہستم اگر می روم نہ روم نیستم

تمام احکام شریعت کا مقصد یہی ہے کہ انسان اپنے نفس کو پاکیزہ اور قوی بنائے، جو طریق عمل اس کی وسعت اور قوت میں حارج ہوتے ہیں۔ اُن سے اجتناب کی تلقین کرے۔

اسلام پیش کرنے والے نبی ﷺ کی خود تمام انبیاء اور انسانوں کے مقابلے میں زیادہ اور استوار تھی۔ اس لئے ان کی زندگی نوعِ انساں کے لئے اسوۂ حسنہ بن گئی۔ اسلام ایک خالص ترین پیغام حیات ہے۔ نہ نبی کی ترقی کی کوئی انتہاء ہے اور نہ عام انسانوں کی ترقی کی کوئی آخری حد، ارتقاء جاری ہے اور جاری رہے گا۔ لیکن نبوت کا مقصد حقیقتِ حیات کو واضح کر دینے کے بعد پورا ہو گیا۔ ''اکملت لکم دینکم'' کے یہی معنی ہیں۔ اگر قرآن نے واضح طور پر محمد ﷺ کو ''خاتم النبیین'' نہ بھی کہا ہوتا تو بھی وضاحتِ مقصودِ دین کے بعد کسی اور نبی کا آنا تحصیل حاصل ہوتا۔ اقبالؒ بڑی شدت کے ساتھ ختم نبوت کے قائل تھے۔ ایک مغربی مفکر نے اقبالؒ کے عقائد پر یہ اعتراض کیا ہے کہ ارتقائے لامتناہی کا قائل ختم نبوت کا کس طرح قائل ہو سکتا ہے۔ جب زندگی ابدالاباد تک نئے انداز اور نئے اندازِ حیات پیدا کر سکتی ہے، تو کسی ایک شخص کی تعلیم یا زندگی ختم کیسے ہو سکتی ہے؟ دراصل یہ تناقص ہے۔ اقبالؒ کے ہاں اس کا جواب یہ ہے کہ زندگی کے لامتناہی ارتقاء اور اس کے لامحدود ممکنات کو واضح کر دینا ہی نبوت کی منتہا ہے۔ یہ کام پورا ہو گیا تو نبوت بھی لازماً ختم ہو گئی۔ خود نبی کے انسان کامل ہونے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس کی اپنی ذات کے لئے کوئی بلند تر درجہ ارتقاء باقی نہیں رہا۔ ارتقاء کی آخری منزل تو خدا ہے مگر کوئی شخص لامتناہی ارتقاء سے خدا نہیں بن سکتا۔ نہ عمل کی کوئی انتہاء ہے نہ علم کی، اس لئے نبی مسلسل استغفار بھی کرتا ہے اور ''ربِ زدنی علماً'' کی دعا بھی مانگتا ہے۔ عرفان کی بھی کوئی انتہا نہیں۔

اسلام کا مقصد زندگی کو کسی ایک صورت میں جامد کرنا نہ تھا، بلکہ اسے لامتناہی انقلاب و ارتقاء کا راستہ بتانا تھا۔ نبوت کا ایک انداز ختم ہو گیا، لیکن ارتقائے حیات ختم نہیں ہوا۔ اسلام کے دین کامل ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس نے یہ تلقین کی کہ کوئی صورت قابل پرستش نہیں۔

صورت نہ پرستم من

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

اسی روز و شب میں الجھ کے نہ رہ جا

کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں

ہر لحظہ نیا طور نئی برق تجلی
اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طے

اقبالؒ قرآن پاک کو دین کی مکمل کتاب سمجھتا ہے۔ اکثر مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ فقط قرآن اسلام کے لئے کافی نہیں اور حدیث کے بغیر قرآن کی تکمیل نہیں ہوتی۔ اقبالؒ کا عقیدہ یہ ہے کہ صحیح اور مستند احادیث مقاصد قرآن اور مقاصد اسلام کو واضح کرتی ہیں اور خاص حالات پر اسلامی عقائد کا اطلاق ہیں، لیکن جہاں تک اصول اور اساسِ اسلام کا تعلق ہے۔ قرآن سے باہر جانے کی ضرورت نہیں۔ احادیث کی صداقت وصحت کا معیار بھی قرآن ہی ہے۔

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

اقبالؒ کے نزدیک عقیدۂ ختم نبوت دینِ اسلام کا مرکز اور محور ہے۔ جب تک کوئی اپنے مرکز کے اردگرد گھومتی رہتی ہے، بحال رہتی ہے۔ کسی چیز کے متحرک اور بحال ہونے کا انحصار مرکز کے مضبوط اور مستحکم ہونے پر ہے۔ پھر اقبالؒ کے ہاں اسلام کے تصور ملت کو ''اتحاد بین المسلمین'' (پین اسلام ازم) میں ایک مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ جبکہ تصور ملت کی ساری عمارت حضور اکرم ﷺ کے آخری نبی ہونے کے عقیدے پر استوار ہے۔ اقبالؒ، سید جمال الدین افغانیؒ کے بعد دنیائے اسلام کی دوسری بڑی شخصیت ہیں، جو ''تحریکِ اتحاد بین المسلمین'' کے علمبردار ہیں۔ اُن کی نثر اور نظم دونوں اس بات کے گواہ ہیں کہ اقبالؒ دنیائے اسلام کے مسلمانوں کو پرچم اسلام تلے جمع کرنے اور عظمت رفتہ کی بحالی کے لئے عمر بھر بے چین رہے۔ اُن کی تحریروں سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ قیام پاکستان کو بھی حصول مقصد کا ذریعہ ہے اور مقصد فقط دنیا کے مسلمانوں کو اتحاد بین المسلمین کی تحریک کے ذریعے متحد و متفق کرنا ہے۔ وہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق وطن کو محض جغرافیائی اکائی تسلیم کرتے ہیں۔ وہ وطن کی بنیاد پر مسلمانوں کی تقسیم کے قائل نہیں۔ بلکہ ملت کی بنیاد پر دنیا کے ہر مسلمان کو ملتِ اسلامیہ کا فرد قرار دیتے ہیں۔ خواہ وہ کسی بھی وطن یا پھر کسی ہی قوم کا فرد کیوں نہ ہو۔ اقبالؒ کے ہاں کائنات مدرکہ کی اعلیٰ ترین قدر و قیمت فرد کے ذاتی شعور میں مضمر ہے لیکن یہ شعور اس وقت تک پیدا نہیں ہوتا، جب تک کہ فرد اپنے آپ کو ملت سے وابستہ نہ کرے۔

فرد را ربط جماعت رحمت است
جوہر اُو را کمال از ملت است
ناتوانی باجماعت یار باش
رونق ہنگامۂ احرار باش

فردی گیرد زملت احترام
ملت از افراد می یابد نظام

قیامِ جماعت کی تلقین اور تائید حدیثوں کے ذریعے بھی واضح ہے۔ ''جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے'' جو جمعات سے علیحدہ ہوا جہنم رسید ہوا'' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں '' تفرقہ '' سے بچو! کہ آدمی شیطان کا حصہ ہے۔ جس طرح بچھڑی ہوئی بکری بھیڑیئے کا حصہ ہوتی ہے''۔ گویا اقبالؒ کے ہاں اُن کی تمام تر فکری کاوش کا مقصد ''اجرائے نبوت'' کا ڈھونگ رچا کر مسلمانوں کو چھوٹی چھوٹی جماعتوں اور چھوٹے چھوٹے گروہوں میں تقسیم کرنا ہے۔ اقبالؒ وحدت پر زور دیتے ہیں ۔ قادیانیت مسلمانوں کو تقسیم در تقسیم کرنے کے درپے ہے۔ اس لئے اقبالؒ کا قادیانیت کے ساتھ ٹکراؤ ایک فطری امر تھا، جو ہو کر رہا۔ اقبالؒ اسلام کی تعلیمات سے مکمل آشنا تھے۔ دوسری طرف قادیانیت انگریزوں کی ایماء پر مسلمانوں کو قیامت تک کے لئے وحدت کی وادی سے نکال کر تفرقے کی گھاٹی میں دھکیل دینا چاہتی تھی۔ تاکہ اُنہیں قابو کرنا آسان اور سہل ہو جائے۔ اگر قادیانیت کی پوری تعلیمات کا مقصد اختصار کے ساتھ بیان کیا جائے تو اس کے سوا اور کیا ہے۔ کہ ملت اسلامیہ کو تفریق اور اختلاف کی زد میں لاکر برطانوی سامراج کی بھینٹ چڑھا دیا جائے۔ ان سے جذبۂ جہاد کو مکروہ الہام اور جھوٹے اجتہاد کے سرد خانے میں ڈال کر قیامت تک کے لئے منجمد کر دیا جائے۔ تاکہ دنیا کے یہود و نصاریٰ بڑے آرام کے ساتھ دنیا پر اپنی مرضی مسلط کر سکیں۔ حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس مسلمانوں کی عقیدت و محبت کا دامن چھڑا کر مرزائے قادیانی کے دامن سے باندھ دیا جائے تاکہ قیامت تک کے مسلمان ایک مرکز سے محروم ہو جائیں۔ مسلمانوں کو راستہ بھلا دو تاکہ دشمن جب چاہے، جدھر چاہے لے جا کر اپنی مطلب براریوں کے لئے استعمال کر سکے۔ مسلمانوں میں خدا ترسی، خدا پرستی، امن و عافیت، فلاح و نجات، انسانیت کی بلندی، اور انسانی اقدار کی رفعت شیطان کو پسند نہیں۔ اس لئے شیطان ایسے حیلے اختیار کرتا رہتا ہے۔ ایسے سبب بناتا رہتا ہے، جس سے رحمان کی تعلیمات متاثر ہوں اور انسان یونہی گمراہیوں میں بھٹکتا رہے۔ چنانچہ شیطان قادیانیوں جیسے سیاسی فرزندوں سے اپنے پرستاروں کو پیغام دیتا ہے۔ ؎

لاکر برہمنوں کو سیاست کے پیچ میں
زناریوں کو دیرِ کہن سے نکال دو
وہ فاقہ مست کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو
فکرِ عرب کو دے کے فرنگی تخیلات

اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو
افغانیوں کی غیرتِ دیں کا ہے یہ علاج
مُلّا کو اُن کے کوہ و دمن سے نکال دو
اہلِ حرم سے ان کی روایات چھین لو
آہو کو مرغزارِ ختن سے نکال دو
اقبال کے نفس سے ہے لالہ کی آگ تیز
ایسے غزل سرا کو چمن سے نکال دو

چنانچہ شیطان کے اسی فرمان کے مطابق قادیانیوں نے اقبالؒ جیسے غزل سرا کو چمن سے نکالنے کی جو ناکام اور بے سود کوششیں کی ہیں، وہ قادیانی لٹریچر کا ایک اہم حصہ ہیں۔ جو اُن کی مختلف کتابوں کے مختلف صفحات پر ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ چنانچہ انہی کتابوں میں سے ایک کتاب ''تاریخ احمدیت'' جلد ہشتم کے صفحہ ۱۷ پر قادیانی رقم طراز ہیں۔ (جاری ہے)

عازمینِ حج متوجّہ ہوں

حج

ریگولر اور اسپانسر شپ اسکیم کے تحت

درخواست فارم کی تکمیل اور گروپ سازی اور تربیت میں شمولیت کے لئے رابطہ کریں۔

رفیق الحجاج۔ کراچی

زیرِ سرپرستی: جناب مولانا احترام الحق تھانوی صاحب مدظلہ،
دفتر: مرکزی جامع مسجد تھانوی جیکب لائن کراچی۔ فون: 7784816
اوقاتِ کار: نمازِ عصر سے عشاء کی نماز تک (جمعہ اور اتوار کو بھی دفتر کھلا رہتا ہے)

مولانا عبدالرشید انصاری (مدیر ماہنامہ نورعلی نور کراچی)

نفس کا فریب

سوئے ہوئے کو جگانا آسان ہے، جاگے ہوئے کو جگانا مشکل ہوا کرتا ہے۔ جسے برائی کے نقصانات کا علم نہ ہوا سے نقصانات بتا کر برائی اور گناہ سے ہٹایا جا سکتا ہے لیکن جو گناہ کو گناہ اور برائی کو برائی سمجھتا ہو، پھر بھی کئے جا رہا ہو، اس کے باز آنے اور توبہ کرنے کے آثار کم ہوا کرتے ہیں۔ امریکی حکومت نے بد دیانتی اور بدعنوانی کے ملزم ہماری بحری فوج کے سابق سربراہ ایڈمرل منصور الحق کو پاکستان بھجوانے کے بعد میکسیکو کے ایک کرپٹ جج ارینٹو ڈائز کو بھی اپنے ملک سے نکال دیا ہے۔ یہ خبر پڑھ کر ہمیں پتہ چلا کہ امریکی حکومت بد کردار لوگوں کے برے لوگ ہونے اور گناہ کے گناہ ہونے کا علم رکھتی ہے۔ اس پر ہمیں اپنی جاگتی آنکھوں کے سامنے ایک گزرا ہوا واقعہ یاد آیا کہ رمضان المبارک کے بابرکت اور مقدس مہینے میں قبولیت دعا کے عین وقت افطار میں جب ہم اپنے میزبان جناب عبداللہ خان کے بنگلے پر ڈاکوؤں کے نرغے میں آ گئے تھے تو ڈاکوؤں نے اندرون خانہ مال اسباب سمیٹنے کے بعد مہمانوں کی خدمت میں مودبانہ ''حکم'' پیش کیا کہ'' جو کچھ جیبوں میں ہے خود ہی نکال دو، ہمیں تلاشی نہ لینا پڑے، گھڑیاں بھی اتار دو'' حکم کی تعمیل کی گئی۔ ایک بزرگ کی جیب سے پندرہ روپے نکلے تو ڈاکوؤں نے انہیں یہ کہہ کر لوٹا دیئے کہ آپ کو گھر واپسی کے لئے کرایہ کی ضرورت ہوگی پتہ نہیں آپ کہاں سے آئے ہیں۔ ہمیں حیرت ہوئی کہ دیکھو ایک شخص کی سفید داڑھی اور ضعیف العمری پر ڈاکوؤں کو بھی ترس آ گیا۔ ڈاکوؤں کو دینے کے لئے ہمارے پاس سوائے گھڑی کے کچھ نہ تھا۔ ہمیں ڈر لگا کہ ڈاکو نے ہم سے اگر پوچھ لیا کہ آپ خالی جیب لے کر دعوت افطار میں کیوں آئے تو سر محفل ہماری رسوائی ہو جائے گی۔ مگر ہم نے ذہن میں جواب تراشا کہ ہم کہیں ''ڈاکو بھائی! ہمیں علم نہ تھا کہ اس تقریب سعید کو آپ بھی رونق بخشیں گے ورنہ حسب استطاعت ہم آپ کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور انتظام کر کے آتے۔'' چونکہ ڈاکوؤں کے پاس وقت بہت کم تھا اس لئے سوال و جواب کی نوبت نہ آئی۔ البتہ یہ ضرور ہوا کہ ایک مہمان چار پانچ سرخ نوٹ ایک ڈاکو کو دیئے تو اس نے پوچھا بس یہی ہے؟ مہمان ابھی پوری طرح.....جی..... کہہ نہیں پایا تھا کہ ڈاکو نے ان کے ہاتھ سے پرس چھین کر دیکھا اور پانچ چھ نوٹ نیلے رنگ کے نکالتے ہوئے نہایت غصے سے کہا........ جھوٹ کیوں بولا؟........ سر غلطی ہوگئی۔ مہمان نے بڑی لجاجت سے جواب دیا۔ یہ سن کر ہمارا دماغ حیرانگی سے چکرا گیا، یا اللہ! ڈاکو ہے اور کہہ رہا ہے'' جھوٹ کیوں بولا؟'' کیا یہ بھی جھوٹ کو برائی اور گناہ سمجھتا ہے۔ لوٹ مار اور ڈاکہ زنی تو کھلی سفاکی اور اس جھوٹ سے بہت بڑا گناہ ہے۔ یہ اس سے توبہ کیوں نہیں کرتا؟

امریکہ نے غیر ملکی مجرموں کو تو ملک سے نکالنا شروع کر دیا مگر مونیکا لیونسکی کے اسیر زلف، سابق صدر بل کلنٹن اور ۲۱ سال سے کم عمر میں شراب خرید کر قانون کی دھجیاں اڑانے والی موجودہ صدر بش جونیئر کی دو جواں سال جڑواں بیٹیوں اور ایک سال میں چودہ لاکھ لڑکیوں اور عورتوں کی عزتوں سے کھیلنے والے بدمعاش زانیوں کے متعلق حکومت امریکہ کا کیا خیال ہے؟ کیا وہ انہیں بھی دیس نکالا دینے یا کسی جزیرے میں بند کرنے کی تجویز پر غور کرے گی........؟ نہیں.........!........ کیونکہ یہ اس کے اپنے ہیں بس یہی نفس کا دھوکہ اور فریب ہے کہ انسان دوسروں کے قصور و عیوب اور ایک ایک گناہ پر نظر رکھتا ہے مگر اپنے بڑے سے بڑے

بقیہ ص 62 پر

مولانا محمد مغیرہ

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتامِ زندگی

ایک صاحبِ قلم کے متوحدانہ ایرادات کا جائزہ

ہم بحمد اللہ مسلمان ہیں۔ مسلمانوں کا دین، دینِ اسلام ہے۔ یہی وہ دین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے۔ دین اسلام میں انسان کی پیدائش سے لیکر موت تک، اور مرنے اور قبر میں دفن ہونے سے لے کر قیامت کی صبح تک پیش آنے والے حالات و مسائل کی تفصیل بصراحت بتلا دی گئی ہے۔ قیامت برپا ہونے سے لیکر حشر و نشر و میزان و پل صراط اور پھر کسی کے جنت میں داخل ہونے اور کسی کے جہنم میں پہنچنے اور اس کے بعد کے حالات بھی دین اسلام نے یوں واضح کر دیئے ہیں کہ ''معلومات'' کی حد تک کسی مسئلہ میں امت محمدیہ کو کسی قسم کی پریشانی نہیں ...... بلکہ حضور علیہ السلام کے بعد قیامت تک چونکہ کوئی نیا نبی نہیں آئے گا، اس لئے اس امت ہی کو دین کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی اور حضور علیہ السلام نے اپنی امت سے ارشاد فرمایا کہ میری امت کبھی گمراہی پر اکٹھی نہیں ہوگی۔ حضور علیہ السلام کے انتقال کے وقت دین جس شکل میں موجود تھا، اسی شکل و صورت کو امت کے علماء نے تھامے رکھا۔ عقائد سے لیکر اعمال، معاملات، معاشرت حتیٰ کہ اصولِ حکومت تک، دین کا ایک ایک مسئلہ اسی حالت میں امت کے پاس موجود ہے، جس حالت میں دینِ اسلام کو حضور علیہ السلام امت میں چھوڑ گئے۔ مختلف فتنے دین کے خلاف اٹھے مگر امت کے علماء نے دینِ حق کی روشنی میں ان کا نہ صرف تعاقب کیا بلکہ فتنوں سے ایسے نبرد آزما ہوئے کہ ان کا نام و نشان مٹا دیا اور کامیابی ہمیشہ دینِ حق کو حاصل رہی۔ علماءِ امت نے دینِ حق کی حفاظت کیلئے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر دیا مگر دین کے کسی مسئلہ میں، خواہ عقیدہ سے متعلق ہو یا عمل سے، ذرہ برابر تبدیلی نہ ہونے دی اور اپنا خون دے کر ہر ہر مسئلہ کی حفاظت کی۔ قرآن کے الفاظ کی حفاظت کی، قرآن کے معانی کی حفاظت کی، قرآن کی تفسیر کی حفاظت کی۔ ایسے ہی حدیث کی حفاظت کی، معانی و اسانید حدیث کی حفاظت کی۔ آج چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے اور اللہ کے آخری نبی ﷺ کے فرمان اور پیشگوئی کے مطابق امتِ محمدیہ آج تک کبھی گمراہی پر مجتمع نہیں ہوئی۔ اس اعتبار سے بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ حضور ﷺ دینِ اسلام کو جس شکل و صورت میں صحابہ کے سپرد کر گئے تھے وہ اپنی اسی شکل میں امتِ محمدیہ کے پاس موجود ہے۔ یہ نہیں کہ امت کو اس کے اجماعی عقائد سے منحرف اور روگرداں کرنے کی کوششیں نہیں ہوئیں۔ کوششیں تو بہت ہوئیں لیکن صدیقین و صادقین اور مومنین و صالحین نے ہر دور میں دعوت و تبلیغ تعلیم و تدریس، تربیت و تزکیہ اور جہاد و جاں سپاری کے مختلف ذرائع سے، حفاظت و اشاعتِ دین کا فریضہ انجام دے کر ایسی ایک ایک کوشش ناکام بنائی۔ غلام ہندوستان میں مجلسِ احرارِ اسلام کا قیام بھی ایسی ہی احیائی اور دفاعی دینی مساعی کی روشن مثال ہے۔ اس جماعت کو وقت کے اکابر علماء کے مشورہ سے ۱۳۴۸ھ (۱۹۲۹ء) میں تشکیل دیا گیا۔ عقائد و نظریات میں مجلسِ احرارِ اسلام کا تعلق اہلِ سنت والجماعت سے ہے اور یہ جماعت اپنے روزِ اول سے تقریراً و تحریراً حتی الوسع دینِ اسلام کی دعوت و تبلیغ میں مصروف ہے۔ اس کے وابستگان کو بجا طور پر اپنی تاریخ پر فخر ہے اور اس پر طمانیت بھی کہ ان کے عقائد و نظریات بحمد اللہ وہی ہیں جن

پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لیکر پوری امت کے علماء، فقہاء، اور محدثین متفق ہیں۔

اس تمہید کے بعد راقم السطور قارئین کی توجہ ایک خاص عقیدہ کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہے کہ جس کی رو سے وابستگانِ مسلک اہلِ سنت والجماعت اس بات کے قائل ہیں کہ ہمارے نبی اکرم ﷺ کے لئے جو وفات مقدر تھی، وہ آپ پر وارد ہوئی اور آپ ﷺ کے انتقال فرما جانے کے بعد آپ کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روحِ حیات حاصل ہے۔ اسی حیات کی وجہ سے آپ ﷺ روضہء اقدس پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔ یہ عقیدہ ہمیں پوری امت سے وراثت میں ملا ہے اور پوری امت میں اس کے خلاف آج تک کسی نے کچھ نہیں کہا۔ ہاں، امت میں فرقہ کرامیہ ظاہر ہوا، جس کے بانی کا نام بیکندی تھا، اس نے ۴۴۵ھ (۱۰۵۳ء) کے قریب یہ عقیدہ اختیار کیا کہ حضور ﷺ کا جسدِ اطہر روضہ منورہ میں محض بے جس و بے شعور ہے اور حضور ﷺ وفات کے بعد اب حقیقتاً رسول نہیں رہے۔ اس فرقہ کی تبلیغ کے نتیجے میں انکارِ حیاتِ قبر اور انعزال نبوت کے دونوں باطل عقیدے ایک عرصہ برابر پنپتے رہے اور قرآن و حدیث کی بہت سی تصریحات تاویلات کی نذر ہوتی رہیں۔ غضب یہ کہ فرقہ کرامیہ اپنے نظریات کی نسبت امام ابوالحسن اشعریؒ کی طرف کیا کرتا تھا کہ امام ابوالحسن اشعریؒ کے نظریات بھی یہی ہیں۔ چونکہ اس فرقہ کو اس وقت کی حکومت میں منصبِ وزارت مل گیا لہٰذا اس کے بل بوتے پر اس فرقہ نے اپنے نظریات کو بہت دور تک پھیلانے کی سعی کی۔ مگر کب تک؟ اسی عہد کے امام حدیث حضرت احمد بن الحسین البیہقیؒ اور امام ابوالقاسم عبدالکریم القشیریؒ نے نہایت قوت کے ساتھ اس فرقہ باطلہ کرامیہ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا بلکہ علمی میدان میں کرامیہ کے نظریات کو کاٹ کے رکھ دیا، اور امت کے ایک متفقہ موروثی عقیدہ کی حفاظت کی۔ ان اکابر نے امام ابوالحسن اشعریؒ کے عقائد کی وضاحت بھی کی اور ان پر لگائے گئے اتہامات کا منہ توڑ جواب بھی دیا کہ جس کی کرامیہ تاب نہ لا سکے۔ اور اپنی موت آپ مر گئے۔ یہ واقعہ پانچویں صدی ہجری کا ہے۔ اب بحمداللہ پندرہویں صدی میں امت رسول پہنچ چکی ہے۔ گویا تب سے اب تک قریباً نو صدیاں گزر چکیں۔ ان نو صدیوں میں امت کو اپنے فقہاء محدثین اور علماء سے یہی نظریہ دینی ملا کہ آپ ﷺ قبر مبارک میں جسدِ عنصری کے ساتھ فائز الحیات ہیں، اور یہ حیات برزخی ہے۔ امت کا کوئی ایک صحیح العقیدہ فرد، ان صدیوں میں نہیں گزرا جس نے کبھی کرامیہ کے نظریہ کو درست قرار دے کر امام بیہقیؒ اور امام قشیریؒ کا رد کیا ہو۔ اور اصحابِ رسول کے مقدس عہد سے لے کر آج تک، امت کا کوئی صحیح العقیدہ مفسر، فقیہہ، محدث، عالم ایسا نہیں گزرا، جو حضور علیہ السلام کی حیات فی القبر کو تسلیم نہ کرتا ہو۔ آج یکا یک اگر کوئی دوست یہ فرمائیں کہ ان چودہ صدیوں میں (معاذ اللہ) پوری امت مسلمہ گمراہی پر گامزن رہی ہے تو پھر حضور علیہ السلام کا اپنی امت کے متعلق فرمانا کہ میری امت گمراہی پر کبھی اکٹھی نہ ہوگی، کے کیا معنیٰ ہوں گے؟

نو صدیاں گزر گئیں کہ کرامیہ کے نظریات امت میں سر نہ اٹھا سکے مگر چودھویں صدی کے آخری نصف میں، غالباً ۱۳۷۷ھ (۱۹۵۸ء) کے قریب، ایک طبقہ اہلِ سنت والجماعت کے سٹیج سے شہرت پانے کے بعد، نظریاتی اعتبار سے کچھ آزاد خیالی کی راہ پر گامزن ہونے لگا اور لوگوں کو ''کھری توحید'' سناتے سناتے، توحید کا ہی کا علم اٹھا کر بعض عقائد میں کرامیہ کی راہ پر چل نکلا۔ کسی نے پیری مریدی کے تعلق کو استعمال کیا، کسی نے خطابت میں مقبولیت سے فائدہ اٹھایا اور دعویٰ کر دیا کہ ''چونکہ حضور علیہ

السلام وفات پاچکے ہیں، لہذا قبر شریف میں آپؐ جسد اطہر کے ساتھ فائز الحیات نہیں اور اسی باعث قبر شریف پر حاضر ہونے والوں کا درود وسلام آپ ﷺ سماعت نہیں فرماتے''۔ اس دعویٰ پہ مستزاد، ان متوحدین کا یہ دعویٰ تھا کہ ان کا مسلکی تعلق علماء دیوبند سے ہے، جو اہلِ سنت والجماعت ہیں۔

قارئین کرام! اس طبقے کے دونوں دعوے پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتے۔ البتہ ان کے پہلے دعوے کی شکل وصورت بہت کچھ، پانچویں صدی ہجری میں ظاہر ہونے والے فرقہ باطلہ کرامیہ ہی سے ملتی ہے کہ مثلاً (۱) وہ بھی حضور علیہ السلام کے جسد اطہر کے ساتھ قبر شریف میں فائز الحیات ہونے کے منکر تھے۔ جبکہ یہ آزاد خیال طبقہ بھی قبر شریف آپ کے، جسدِ اطہر کے فائز الحیات ہونے کا انکاری ہے۔ (۲) وہ بھی عوام میں اپنی مقبول برقرار رکھنے کے لئے اس وقت کے بڑے عالم امام ابوالحسن اشعریؒ کی طرف اپنے آپ کو اور اپنے نظریات کو منسوب کرتے تھے (جبکہ امام ابوالحسن اشعریؒ حیات فی القبر کے قائل تھے اور کرامیہ کے الزام سے پاک تھے) ادھر آزاد خیال طبقہ اپنے غلط نظریہ کی نسبت مسلک اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کی طرف کرتا ہے اور ان کو اپنا ہم نوا ثابت کرنے کے لئے ان اکابر کی مجمل عبارتیں اپنی تائید میں پیش کر کے دھوکہ اور فریب سے کام لیتا ہے جبکہ تمام اکابر علماء دیوبند اس عقیدۂ متوحدین سے برأت کا اعلان کر چکے ہیں۔

فرقہ باطلہ کرامیہ کے لوگ، قبر شریف کی حیات کا انکار کر کے انعزال نبوت کے قائل تھے، لیکن یہ آزاد خیال طبقہ ابھی اس سیڑھی تک نہیں پہنچ سکا۔ شاید یہ جانتے ہیں کہ اب اس نظریہ کو عوام میں کبھی پذیرائی نہیں ہو سکے گی (بفضلہٖ تعالیٰ) اور حضور علیہ السلام ہی کی نبوت کا پرچم قیامت تک لہراتا رہے گا۔

قارئین! اس طبقہ کے ترجمان افراد کا عمومی شیوہ یہ ہے کہ امتِ رسول (ﷺ) میں سے اگر کسی مفسر، محدث یا امت کے کسی صاحب حوالہ عالم کا کوئی مجمل فرمان، اگر ان کے اختراع کردہ نظریہ کے ساتھ کچھ مماثلت رکھتا ہو تو جھٹ قبول فرما کر سٹیج پر بیان کریں گے، مگر اسی عالم، محدث، فقیہہ یا کسی بھی مفسر، محدث اور فقیہہ کا قول ان کی مخالفت میں پیش کر دیا جائے تو فرماتے ہیں کہ ہمیں کسی کے قول کی ضرورت نہیں۔ قرآن کی صریح آیات کے مقابلہ مین ان کی کیا حیثیت ہے؟ جب ان سے عرض کیا جائے کہ جناب وہی صریح آیات ہمیں بھی سناؤ کہ ہم ان سے راہنمائی حاصل کریں گے تو بلا تامل چند آیات پڑھ کر اپنی مرضی کی تشریح کرتے چلے جائیں گے۔ اس پر عرض کی جاتی ہے کہ یہ آیات آج تو نازل نہیں ہوئیں۔ آخر صحابہؓ سے لے کر آج تک، تمام مفسرین، تفسیریں کرتے آئیں۔ کوئی ایک مفسر ایسا دکھاؤ، جس نے اس آیت کے تحت اس کی یہ تفسیر کی ہو جو آپ کو سوجھی، تو ان کا وہی ایک جواب ہوتا ہے کہ ہمیں قرآن کے مقابلہ میں کسی مفسر، محدث کے قول کی ضرورت نہیں۔

اب، بالفرض والمحال اگر یہ بات درست تسلیم کر لی جائے کہ تفسیر قرآن کے لئے احادیث وآثار کی کوئی قید نہیں ، بلکہ قرآن سے ''خود بخود'' جو کچھ بھی سمجھ آئے، وہی ٹھیک ہے، تو تب پوری امت کے علماء ومفسرین، محدثین وفقہاء کی بتلائی ہوئی تفسیر تو اقوال بزرگاں کہہ کر رد کر دی جائے گی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جو معنیٰ ومفہوم اور اختراعی تفسیر آپ کر رہے ہیں، اس کی کیا حیثیت ہے؟ اس کی سند کیا ہے؟ آپ کی اختراعی تفسیر مشکوٰۃ نبوی سے کتنی مستفید ہے؟ کتنے صحابہؓ وتابعینؒ اس کے مؤید ہیں؟ آخر ہم پوری امت

کے علماء کی تفسیروں کو کیوں چھوڑ دیں کہ جو واقعتاً قابل حجت ہیں ،جنہوں نے ایک ایک آیت کی تفسیر حدیث رسولؐ و فرامین صحابہؓ و تابعینؒ سے مزین کی ہے۔ ہم آپ کی ذاتی اختراعی تفسیر و تشریح کو نہ مانیں تو آپ ہمیں رہبر کے روپ میں رہزن، خیر خواہ کے بھیس میں بداندیش کہیں، مگر آپ پوری امت کے علماء، محدثین، فقہاء کی بات صرف اقوال بزرگاں کہہ کر رد کریں تو آپ شیخ القرآن اور شیخ التفسیر ٹھہریں۔ ایں چہ بوالعجبی است؟

قارئین محترم! اگر ایسے ہی ہر آدمی کو اپنی مرضی سے قرآن کے الفاظ کا ترجمہ یا تشریح کرنے کی اجازت ہوتی تو دین کب کا اپنے صحیح معنیٰ و مفہوم سے خالی ہو چکا ہوتا۔ مثال کے طور پر قادیانی فرقہ سے کبھی بات کریں، وہ کوشش کرے گا کہ گفتگو جس موضوع پر ہو، مگر ہو قرآن کے حوالہ سے اور بار بار کہے گا کہ ہم سب قرآن کو ہی فیصل مان لیں اور قرآن کے ہوتے ہوئے کسی کی اور چیز کی کیا ضرورت ہے؟ اور اگر اس کی یہ بات مان لی جائے تو وہ آپ کو اپنے موقف پر قرآن کی آیات پڑھ پڑھ کر سنائے گا کہ یہ دیکھو، یہ دیکھو۔ ترجمہ کرتا چلا جائے گا اور اپنی مرضی سے گول مول تشریح کرتا چلا جائے گا۔ الفاظ قرآن کے ہی ہوں گے، مگر ترجمہ اس کا اپنی مرضی سے ہوگا، اگر ترجمہ صحیح ہوگا، تو تشریح اس کی اپنی مرضی سے ہوگی۔

اس مرضی والے ''مرض'' کی تشخیص کیجئے تو پتا چلتا ہے کہ چونکہ یہ ''آزادی'' کا دور ہے، لہٰذا ہر آدمی چاہتا ہے کہ بجائے کسی کے تابع ہونے کے، اپنی مرضی سے جو چاہے، سو کرے۔ اور پھر یہ کہ اس کو پوچھنے والا کوئی نہ ہو۔ اس مزاج و طبیعت کے ساتھ ''تفسیر قرآن'' کا شغل اختیار فرمایا جائے تو نتیجہ آپ خود سوچ سکتے ہیں۔ یہ تو چونکہ قرآن کی حفاظت اللہ نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے اور اسباب کے اعتبار سے امت کے علماء کو یہ خدمت سونپی جا چکی ہے تو بحمداللہ آج تک قرآن کے الفاظ ہی نہیں، اس کا ترجمہ و تفسیر بھی آج تک محفوظ ہے۔ ہر وہ شخص جو راہ مستقیم پر چلنے کا خواہاں ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ امت کے چودہ صدیوں کے علماء، محدثین و مفسرین کی متفقہ اور اجماعی تحقیقات کو اپنائے، کہ وہ قرآن و حدیث کے عین مطابق ہیں اور اسی میں سلامتی ہے۔ لیکن اگر کوئی اپنی مرضی سے ترجمہ و تشریح کی راہ پر گامزن ہے اور امت کے متفقہ، قرآنی فیصلوں کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہے تو تب امت کے علماء اپنا فرض منصبی نبھاتے ہیں۔ اور امت کے افراد کو اس سے باخبر کر دیتے ہیں، تاکہ لوگ دھوکہ میں آ کر آخرت خراب نہ کر بیٹھیں کہ

ع...... لباس خضر میں رہزن ہزار پھرتے ہیں

امت کے مفسرین و علماء نے جو قرآن و حدیث کو روشنی میں قرآن کی تفسیر کی ہے، اس کو اقوال بزرگاں کہہ کر رد کرنا اور اپنی مرضی کی تشریح کو منوانا اور اسے اصل دین باور کرانا، سراسر روح دین کے خلاف ہے۔ من مانی تفسیر کے داعی ان آزاد منش مفسروں کو اگر بالکل آزاد چھوڑ دیا جائے، تو اللہ کی توحید کے نام پر اللہ تعالیٰ کی گستاخی ہوتی ہی نظر آئے گی اور قرآن کی معنوی تحریف نظر آئے گی۔ جس کی صرف ایک مثال پیش خدمت ہے۔ قرآن مجید کے الفاظ ہیں: ''وقلیل من عبادی الشکور (پ۲۲)'' اور تھوڑے ہیں، میرے بندوں میں احسان ماننے والے'' مگر آزاد خیال گروپ کے ایک مرکزی لیڈر اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں...... ''کام کے آدمی، حلالی تھوڑے ہوتے ہیں، حرامی زیادہ ہوتے ہیں'' (بحوالہ ''خس کم جہاں پاک'' ص ۱۵۰)۔ یہ ترجمہ ایک ایسے صاحب کا کیا ہوا ہے، جو خیر سے ''شیخ التفسیر'' ہیں اور ہر سال دورہ تفسیر پڑھاتے ہیں۔ (ماشاءاللہ، ہر جگہ ایسے ہی گل

کھلاتے ہوں گے)! اس طرز تفسیر کے پس منظر کو سمجھنے کے لئے آزادخیال گروپ کے وکیل اور ترجمان خصوصی، محترم محمد الفصاد (مدیر ماہنامہ ''نغمۂ توحید'' گجرات) کا یہ جملہ نہایت مطلب خیز اور مفید ہے کہ ''اللہ جزائے خیر عطا فرمائے، حضرت مولانا حسین علی رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے شاگرد علماء کو جنہوں نے کھوٹے کھرے میں تمیز بیان کی'' (بحوالہ ''نغمۂ توحید'' دسمبر ۲۰۰۰ء)۔ وضاحت طلب امر یہ ہے کہ محترم محمد الفصاد کے ہاں کھوٹے کھرے سے کیا مراد ہے؟ ان کے ممدوح علماء کی شناختی، علامت اور امتیازی نشان تو فرقہ کرامیہ کی تقلید میں حیات النبی کا انکار ہی ہے۔ لہٰذا یہ بات ظاہر ہے کہ حضور علیہ السلام کے بارے میں امت کا یہ اجماعی عقیدہ کہ آپ کو قبر شریف میں حیات حاصل ہے اور آپ ﷺ کے روضہ مبارک پر پڑھا جانے والا درود وسلام آپ سماعت فرماتے ہیں، یہی محمد الفصاد صاحب کے نزدیک ''کھوٹ'' ہے۔ اس وضاحت کے ساتھ کیا ہم محمد الفصاد صاحب سے سوال کر سکتے ہیں کہ امت میں یہ ''کھوٹ'' کب اور کیسے پیدا ہوا اور اس عقیدہ کے لوگ کب سے دین کے نام پر ''لادینیت'' کے فروغ کیلئے کوشاں ہیں اور کب سے رہبر کے روپ میں رہزنی اور خیر خواہ کے روپ میں بداندیشی کرر ہے ہیں اور ''جھوٹی اور من گھڑت'' روایات کو قرآن کی صریح آیات کے مقابلہ میں پیش کرنے لگے ہیں، تا آں کہ مولانا حسین علی صاحب اور ان شاگرد علماء نے کھوٹے کھرے کی تمیز بیان کی۔ محترم الفصاد صاحب بالفاظ دیگر، اپنے دیرینہ خواجہ تاش احمد سعید چتروڑ گڑھی کی اس بات کی تائید کر رہے ہیں کہ ''حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد جس شخص نے کھلم کھلا توحید سنائی وہ پیر عنایت اللہ شاہ بخاری ہے'' (بحوالہ ''خس کم جہاں پاک'' ص ۱۲۹)۔ اور یہ ہے ہمارے آزادخیال دوستوں کی علمی وفکری ابتدا اور انتہا!

جیسے حیات النبی ﷺ امت کا اجماعی اور متفقہ عقیدہ ہے۔ ایسے ہی عذاب قبر بھی امت کا متفقہ عقیدہ ہے اس تفصیل کے ساتھ کہ قبر و برزخ میں جسم و روح دونوں کو عذاب ہوتا ہے۔ ہاں البتہ پہلی صدی ہجری کے اواخر میں نمودار ہونے والے فرقہ معتزلہ کا تذکرہ کتب میں یوں ملتا ہے کہ جمہور معتزلہ عذاب قبر کے انکاری رہے ہیں۔ اس عقیدہ کو بھی حیات النبی کے انکار کے ساتھ ساتھ فرقہ باطلہ کرامیہ نے اختیار کیا۔ اور پھر ٹھیک نوسو سال بعد آزادخیال گ... پ نے بھی یہ عقیدہ اختیار کر لیا کہ قبر میں عذاب نہیں ہوتا بلکہ ارواح کو ہی عذاب ہوتا ہے اور یہ کہ اصطلاح شریعت میں قبر ''روح کے ٹھکانے'' کو کہتے ہیں۔ قارئین محترم! اب تک کی گفتگو میں جو کچھ آپ سے عرض کیا گیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ''چودہ سو سال سے امت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو انتقال فرمانے کے بعد برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے۔ اور حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام آپ خود سماعت فرماتے ہیں اور یہ کہ عذاب قبر حق ہے اور قبر سے یہی ارضی قبر مراد ہے۔ جو انسان کے وجود کا مستقر و مدفن ہے''۔ ... . یہاں ہم چاہیں گے کہ قرآن و حدیث سے ہمارے اس دعویٰ کی کچھ توثیق ہو جائے اور یہ وضاحت بھی کہ اہل سنت والجماعت کے اس عقیدہ کو قرآن وحدیث کی مکمل تائید حاصل ہے۔ مثلاً اہل سنت والجماعت کا مؤقف یہ ہے کہ جس جگہ میت کو زمین میں دفن کیا جاتا ہے اور جہاں جسم انسان قرار پکڑتا ہے، وہی قبر ہے۔ جبکہ آزادخیال گروپ کا خیال ہے کہ ارواح کے مستقر کو قبر کہتے ہیں۔

اب ہم دیکھتے ہیں، قرآن وحدیث کس کے مؤقف کی تائید کرتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت کی یا آزادخیال گروپ کی

(۱)قتل الانسان ما اکفرہ o من ای شئ خلقه o من نطفة o خلقه فقدرہ ثم السبیل یسرہ o ثم اماته فاقبرہ o ثم اذا شاء انشرہ o

ترجمہ: ''ہلاک ہوجائے انسان، کیسا ناشکرا ہے، کس چیز سے اللہ نے اس کو پیدا کیا۔ایک قطرہ سے پیدا کیا، پھر اندازہ پر رکھا، اس کو۔پھر اس کی (پیدائش کا) راستہ آسان کر دیا، پھر اس کو موت دی، پھر اس کو قبر میں دفن کرایا، پھر جب چاہے گا (اللہ) اسے اٹھا کر کھڑا کر دے گا۔''

قارئین محترم! ہم آزادخیال گروپ سے سوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نطفہ سے کس کو پیدا کیا، جسم کو یا روح کو؟ یقیناً جسم کو! پھر پیدائش کا راستہ کس کے لئے آسان کیا؟ جسم کے لئے یا روح کے لئے؟ یقیناً جسم کے لئے! موت دی انسان کو، جسم کو یا روح کو؟ یقیناً جسم کو! پھر انسان کو قبر میں دفن کرایا۔جسم کو یا روح کو؟ یقیناً جسم کو! قیامت کے دن اسی جگہ سے اٹھایا جائے گا، جسم کو، روح؟ یقیناً جسم! تو یقیناً قرآن مجید جسم کے مدفن اور مستقر ہی کو قبر کہہ رہا ہے۔

(۲)قال اللہ تعالیٰ: افلا تعلم اذا بعثر مافی القبور

''کیا وہ اس وقت کو نہیں جانتا کہ جو (مردے) قبروں میں ہیں، وہ باہر نکالے جائیں گے''

جہاں سے قیامت کے دن مردے نکالے جائیں گے، اس کو قبر کہا گیا، اور جہاں سے نکالے جائیں گے یقیناً وہی انسان کے جسم کا مستقر تھا۔

(۳)قال اللہ تعالیٰ: ولا تصل علی احد منهم مات ابداً ولا تقم علی قبرہ

ترجمہ: ''اور اے پیغمبر! ان منافقوں میں سے کوئی مرجائے تو کبھی اس کے جنازے پر نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر (جاکر) کھڑے ہونا''۔

اس آیت میں بھی اسی کو قبر کہا جا رہا ہے، جس میں منافق کو دفن کیا گیا اور اسی سے منع کیا جا رہا ہے، کہ آئندہ کسی منافق کی قبر پر کھڑے نہ ہونا۔یعنی......... قبر پر کھڑے ہوکر دعا نہ مانگنا!

قارئین محترم! آپ قرآن مجید میں جہاں کہیں ''قبر'' کا لفظ پائیں گے، اس کا یہی معنیٰ ہوگا کہ جو انسان کے جسم کا مدفن ہے یا جہاں انسان کا جسم موجود ہے۔آج تک کسی مفسر نے اس کے علاوہ ''قبر'' کا کوئی معنیٰ نہیں لکھا۔گویا، بالیقیں .... قبر جسم کے قرار پکڑنے کی جگہ یا مدفن کو کہتے ہیں یا ارواح کے مستقر کو۔جب اس بات کو ذخیرہ احادیث سے معلوم کیا گیا تو ہمیں نہایت ہی اطمینان نصیب ہوا کہ بحمد اللہ اہلِ سنت والجماعت کا مؤقف بالکل حدیث رسول کے عین مطابق ہے کہ قبر وہی ہے، جہاں انسان کا جسم مرنے کے بعد قرار پکڑتا ہے اور دفن کیا جاتا ہے۔ہم چاہتے ہیں کہ جیسے ہمیں دلی اطمینان ہوا، قارئین کے سامنے چند ارشادات وفرامین رسول علیہ السلام پیش کر دیئے جائیں تاکہ وہ بھی اس پر مطمئن رہیں کہ ہم سب جو اہل سنت والجماعت ہیں، ہمارا راستہ بالکل وہی ہے، جسے قرآن وحدیث کی روشنی حاصل ہے۔ملاحظہ فرمائیں۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

(۱) ان العبد اذا وضع فی قبرہ (''کہ جب میت قبر میں اتاری جائے......'')(مسلم، ج ۲،ص ۳۸۶)

قارئین!! اسی قبر ارضی میں بندہ مرنے کے بعد اتارا جاتا ہے، سب موجود لوگ دیکھ رہے ہوتے ۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: قاتل اللہ الیھود اتخذو اقبور انبیاء ھم مساجداً (بخاری، ج ا،ص ۶۲)

''برباد کرے اللہ تعالیٰ یہود کو کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا''

ظاہر ہے اسی زمین پر ہی بنی ہوئی قبور کو سجدہ گاہ بنالیا گیا تھا۔ اسی عمل پر اللہ تعالیٰ کے رسول غضب ناک ہوئے اور بد دعا دی۔

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فذوروھا (ابن ماجہ ص ۱۱۲)

''میں تمہیں (پہلے) قبروں پر جانے سے روکا کرتا تھا، اب کے بعد اجازت ہے، تم انہیں دیکھنے جایا کرو''

(۴) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کان النبی ﷺ اذا دخل المیت القبر قال بسم اللہ و علی ملۃ رسول اللہ ''کہ جب کسی میت کو نبی علیہ السلام قبر میں داخل کرتے تو کہتے بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ''

ظاہر ہے اسی زمینی قبر میں ہی میت کو داخل کیا جاتا ہے اور رکھا جاتا ہے۔

(۵) حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں: لعن رسول اللہ ﷺ زائرات القبور و المتخذین علیھا المساجد والسرج (ابوداؤد، ج ۲،ص ۴۶۱)

''قبروں پر گھومنے والی عورتوں اور وہاں جائے عبادت بنانے والے مرد اور قبرں پر چراغ جلانے والوں پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے''۔

ظاہر ہے انہیں زمین پر بنی ہوئی قبروں پر گھومنے والی عورتوں، اور انہی قبور کو عبادت گاہ بنانے والوں اور انہی قبور پر چراغ جلانے والوں پرلعنت کی جارہی ہے''

(۶) حضور علیہ السلام نے فرمایا: لا تجلسوا علی القبور ولا تصلو الیھا (ابوداؤد، ج ۲،ص ۴۶۰)

''نہ بیٹھا کرو، قبروں پر اور نہ ان کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھا کرو''۔

ظاہر ہے انسان کو اسی ارضی قبر پر بیٹھنے سے روکا گیا اور اسی ارضی قبر کی طرف منہ کر کے منہ نماز پڑھنے سے بھی روکا گیا۔

اگر آزاد خیال گروپ کے مطابق قبر ارواح کے مستقر کا نام ہے تو پھر مسئلہ صاف ہے۔ چاہے سامنے قبر ہی کیوں نہ ہو، سجدہ کرتے رہو اور وہ تمام مسائل ٹھپ ہو کر رہ جائیں گے کہ کسی قبر کو سجدہ کرنا شرک ہے، پھر تو معاذ اللہ جو کچھ قبور پر چاہو کرو، کھلی چھٹی ہے۔ یہ چند احادیث تو صرف اس لئے قارئین کے سامنے پیش کی گئیں تاکہ ہم سب کے لئے دلی اطمینان کا سبب بنیں ورنہ اس عنوان پر تو کئی ایک احادیث مزید بھی پیش کی جاسکتی ہیں کہ جن سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ قبر اسی زمینی قبر کو کہتے ہیں، جس میں انسان کو مرنے کے بعد دفن کیا جاتا ہے، یا جہاں انسان کا جسم مرنے کے بعد قرار پکڑتا ہے۔

قارئین محترم! حضور علیہ السلام سے قرآن کو براہ راست سمجھنے والے اور حدیث رسول کو براہ راست سننے والے اصحابِ رسول علیہم الرضوان ہیں۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ اصحاب رسول علیہم الرضوان قبر سے یہی ارضی قبر مراد لیتے ہیں، جس کو قرآن وحدیث نے قبر کہا یا ''ارواح کے مستقر'' کو۔ جماعتِ اصحاب رسول تو وہ پاک جماعت ہے، جس کی مثال پوری کائنات میں نہیں ملتی۔ وہ تو تھے ہی قرآن وحدیث پر قربان ہونے والے۔ اتباع رسول ہی ان کی اساس تھی، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ قرآن تو اسی ارضی قبر کو قبر کہے ،حدیث رسول تو اسی ارضی قبر کو قبر کہے، مگر اصحاب رسول اسکے خلاف کسی اور معنی کے اعتبار سے قبر کو قبر کہیں۔ لیجئے! ملاحظہ فرمایئے!

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

ان رسول الله ﷺ ادخل رجلا قبره ليلا واسرج فى قبره (ابن ماجہ،ص۱۰۹)

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو رات کے وقت قبر میں اتارا اور اس کی قبر میں روشنی کی''۔

ظاہر ہے اسی زمینی قبر میں اتارا اور اسی میں روشنی کی۔ سیدنا ابن عباس بھی اسی کو قبر رہے ہیں، جس میں حضور علیہ السلام نے کسی آدمی (میت) کو اتارا۔

(۲) حضرت بریدہ نے وصیت کی کہ میری قبر پر دو ٹہنیاں کھجور کی گاڑ دینا، جس کو امام بخاریؒ نے اپنی کتاب بخاری میں نقل فرمایا۔ الفاظ یہ ہیں۔

واوصى بريدة الاسلمى ان يجعل فى قبره جريدان (بخاری، ج۱،۱۸۱)

''حضرت بریدہ نے وصیت کی کہ میری قبر کھجور کی دو ٹہنیاں رکھ دینا''

ظاہر ہے اسی ارضی قبر پر ٹہنیاں گاڑ دینے کی وصیت فرمائی، جس میں آپ کے جسم و کفن کیا گیا۔

(۳) حضرت عمرو بن العاصؓ نے اپنے بیٹے کو وصیت کی مجھے دفن کرنے کے بعد جب مٹی قبر پر ڈال چکو.......

ثم اقيموا حول قبرى قدر ماتنحرو جذو رو يقسم لحمها حتى استانس بكم و انظر ماذا راجع به رسل ربى (مسلم، ج۱،ص۷۶)

''پھر تم میری قبر کے گرد ٹھہر جانا، اتنا وقت کہ اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم ہو جائے۔ میں تم سے (اس دوران) مانوس رہوں گا اور جان لوں گا کہ اپنے رب کے بھیجے ہوؤں (فرشتوں) کو کیا جواب دوں''

حضرت عمر بن العاصؓ نے جو وصیت فرمائی، وہ اسی ارضی قبر متعلق ہی تھی کہ اسی قبر کے گرد ٹھہرنا۔

(۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو قبر کے پاس نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا:

القبر القبر .... یہ سامنے قبر ہے، قبر (بخاری، ج۱،۶۱)

قارئین محترم! آپ پڑھ چکے کہ قرآن وحدیث اور ارشادات اصحاب رسولؐ میں قبر کا لفظ اسی زمینی قبر پر بولا گیا اور اہل سنت والجماعت کا مؤقف بھی بحمداللہ یہی ہے کہ قبر سے مراد یہی ارضی قبر ہے۔ جو ہم نے دعویٰ ابتداء میں پیش کیا تھا، اس کو قرآن وحدیث اور اقوال صحابہ کرامؓ سے مزین کر کے آپ کے سامنے پیش کر دیا۔ کیا آزاد خیال گروپ بھی اپنے مؤقف کہ ''قبر ارواح کے

مستقر کا نام ہے'' کوقرآن وحدیث سے ثابت کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں !ھاتو برھانکم ان کنتم صادقین

قارئینِ محترم! جب اس بات کی وضاحت آپ کے سامنے چکی کہ قرآن وحدیث کی زبان میں خبر سے یہی ارضی قبر ہے ،تو اب اس کے بعد عذاب قبر کا سمجھنا بالکل آسان ہو جائے گا۔اس میں اہل سنت والجماعت کا مؤقف یہ ہے کہ قبر و برزخ میں ثواب وعذاب جسم اور روح دونوں کو ہوتا ہے۔اب ہم اہل سنت والجماعت کے مؤقف کے حق میں کتاب اللہ کی تائید اور روشنی پیش کرتے ہیں۔ملاحظہ فرمائیں:

(۱)قال اللہ تعالیٰ : ولو تریٰ اذ یتوفی الذین کفروا الملئکۃ یضربون وجوھھم و ادبارھم و ذوقوا عذاب الحریق.(پ۱۰سورت انفال آیت۵۰)

(ترجمہ)''اور اگر تو دیکھے جس وقت جان قبض کرتے ہیں کافروں کی فرشتے ،مارتے ہیں ان کے منہ پر،اور انکے پیچھے،اور کہتے ہیں چکھو عذاب جلنے کا!''

اس آیت کے تحت مفتی شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں........ جب کوئی کافر مرتا ہے تو فرشتہ موت اس کی روح قبض کرنے کے وقت اس کے چہرہ اور پشت پر مارتا ہے۔بعض روایات میں آتا ہے کہ آگ کے کوڑے اور لوہے کے گرز ان کے ہاتھ میں ہوتے ہیں،جن سے وہ مرنے والے کافر کو مارتے ہیں،مگر چونکہ اس عذاب کا تعلق اس عالم عناصر سے نہیں ، بلکہ عالم قبر سے ہے،جس کو برزخ کہا جاتا ہے۔اس لئے یہ عذاب عام طور پر آنکھوں سے نہیں دیکھا جاتا۔(معارف القرآن،ج ۴،ص ۲۶۱)

(۲)قال اللہ تعالیٰ: سنعذبھم مرتین ثم یردون الی عذاب عظیم (پ۱۱،سورۃ توبہ،آیت۱۰۱

''ہم ان کو عذاب دیں گے دو بار،پھر وہ لوٹائے جائیں گے بڑے عذاب کی طرف''

اس آیت کے تحت مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں ....اس آیت میں ایسے شدید منافقین پر آخرت سے پہلے ہی دو عذاب ہونے کا ذکر آیا ہے۔ایک دنیا میں کہ ہر وقت اپنے نفاق کو چھپانے کی فکر اور ظاہر ہونے کے خوف میں مبتلا رہتے ہیں اور اسلام اور مسلمانوں سے انتہائی بغض وعداوت رکھنے کے باوجود ظاہر میں انکی تعظیم وتکریم اور ان کے اتباع پر مجبور ہونا بھی کچھ کم عذاب نہیں اور دوسرا عذاب قبر و برزخ کا عذاب ہے جو قیامت وآخرت پہلے ہی ان کو پہنچے گا۔(معارف القرآن جلد۴ص۴۵۱)

(۳)قال اللّٰہ تعالیٰ : مما خطیئٰتھم اغرقوا فادخلوا ناراً فلم یجدو لھم من دون اللّٰہ انصاراً.(پ۲۹،سورۃ نوح،آیت۲۵)

ترجمہ:'' کچھ وہ اپنے گناہوں سے ڈبوئے گئے،پھر ڈالے گئے آگ میں،پھر نہ پائے اپنے واسطے انہوں نے اللہ کے سوا کوئی مددگار۔''

اس آیت کے تحت مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں .... یعنی یہ لوگ اپنی خطاؤں،کفر وشرک کی وجہ سے پانی میں غرق کئے گئے تو آگ میں داخل ہو گئے یہ متضاد عذاب کہ ڈوبے پانی میں اور نکلے آگ میں۔حق تعالیٰ کی قدرت سے کیا بعید ہے اور ظاہر ہے کہ یہاں جہنم کی آگ مراد نہیں کیونکہ اس میں داخلہ تو قیامت کے حساب وکتاب کے بعد ہوگا۔ یہ برزخ آگ ہے جس میں داخل ہونے کی قرآن کریم نے خبر دی ہے۔اس آیت سے معلوم ہوا کہ عالم برزخ یعنی قبر میں رہنے کے زمانے میں بھی مردوں پر عذاب

ہوگا۔اس سے ظاہر ہے کہ جب قبر میں بدعمل کوعذاب ہوگا تو نیک عمل والوں کوثواب اورنعمت بھی ملے گی۔(معارف القرآن،جلد ۸،ص ۵۶۷)

قارئینِ محترم!یہ تین آیاتِ مقدسہ آپ کے سامنے پیش کردی گئیں۔ویسے ماننے والے کیلئے تو ایک آیت ہی کافی ہے جبکہ انکے علاوہ بھی کئی آیاتِ قرآنیہ ہیں جن سے عذابِ قبر کا ثبوت ملتا ہے مگر ہم طوالت سے بچنے کے لئے انہی تین آیات پر اکتفا کرتے ہیں۔

قارئین کرام!آپ پڑھ چکے ہیں کہ اہلِ سنت والجماعت کا مؤقف کہ ''عذابِ قبر حق ہے'' کوقرآن کی تائید حاصل ہے۔ہم چاہتے ہیں کہ چند ارشاداتِ رسول علیہ السلام بھی اس عنوان پر آپ کی خدمت میں پیش کردیں،جس سے واضح ہو کہ واقعی ارضی قبر میں عذاب ہوتا ہے۔(اللھم انی اعوذبک من عذاب القبر)

(۱)بینما النبی ﷺ فی حائط لبنی البخار علیٰ بغلة له' و نحن معه اذحارت به فکادت تلقیه واذا اقبر ستة او خمسة او اربعة فقال من یعرف اصحاب هذه الاقبر فقال رجل قال فمتی مات هؤلاء قال ماتو افی الاشراك فقال ان هذه تبتلی فی قبورها فلولا ان لا تدافنو ا لدعوت الله ان یسمعکم من عذاب القبر۔ (مسلم،ج۲،ص۳۸۶)

ترجمہ:حضور علیہ السلام ایک خچر پرسوار ہوکر ایک باغ بنی نجار سے گزر رہے تھے اور ہم آپ کے ساتھ تھے کہ(آپ کی سواری کا) خچر یکا یک بدکا،قریب تھا کہ وہ حضور ﷺ کو اتار ڈالتا۔وہاں چار،پانچ یا چھ قبریں تھیں۔آپ نے پوچھا کوئی ان قبروں والوں کو جانتا ہے؟ایک شخص نے کہا کہ میں جانتا ہوں۔آپ نے فرمایا یہ کب کے لوگ ہیں؟اس نے کہا دورِ شرک کے؟آپ نے فرمایا یہ لوگ اپنی قبروں میں ابتلاء میں گھرے ہیں۔یہ ڈر نہ ہوتا کہ تم اپنے مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں خدا سے دعاء کرتا کہ وہ یہ عذاب قبر تمہیں بھی سنادے،جو میں سن رہا ہوں''۔

قارئین محترم!بنی نجار کا باغ یقیناً اسی زمین پر تھا اور اسی زمین پر ہی حضور علیہ السلام خچر پر سوار ہوکر باغ سے گزرے اور صحابہؓ آپ کے ساتھ تھے کہ آپ کی سواری کا خچر بدکا۔صحابہؓ کہتے ہیں اتنا بدکا کہ قریب تھا کہ وہ حضور ﷺ کو گرادے،اور وہاں چھے پانچ یا چار قبریں تھیں۔کہاں؟باغ میں۔اور باغ کہاں تھا؟اسی زمین پر!آپ ﷺ کا فرمانا کہ اگر مجھے ڈر نہ ہوتا کہ تم اپنے مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں خدا سے دعاء کرتا کہ وہ یہ عذابِ قبر تمہیں بھی سنادے،جو میں سن رہا ہوں۔یقیناً انہی زمین پر بنی قبروں میں عذاب کے ہونے کے متعلق آپ فرما رہے ہیں۔

(۲)عن انس عن النبی ﷺ : العبد اذا وضع فی قبره و تولیٰ وذهب اصحابه حتی انه یسمع قرع نعالهم اتاه ملکان فاقعداه فیقولان له ....واما الکافر و المنافق ....فیقال له لادریت ولا تلیت ثم یضرب بمطرقة من جدید ضربة بین اذنیه فیصیح صیحة یسمعها من یلیه الا الثقلین۔(بخاری،ج۱،ص۱۷۸)

ترجمہ:''حضور ﷺ نے فرمایا بندے(میت) کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اسے چھوڑ کر آتے ہیں اور وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے تو اس کے پاس دوفرشتے آتے ہیں۔اسے بٹھاتے ہیں اور سوال کرتے ہیں،جو منافق اور کافر ہوتا ہے،اسے

کہتے ہیں نہ تو نے بات خود سمجھی نہ کسی دوسرے سمجھنے والے کے پیچھے چلا۔پھر اسے لوہے کے ہتھوڑوں سے کانوں کے درمیان مارتے ہیں (جس سے وہ بندہ) چیختا ہے۔ایسی چیخ کہ اسے پاس والے سنتے ہیں،انسانوں اور جنات کے علاوہ۔''

قارئین محترم!بات واضح اور صاف ہے کہ بندے کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اسے اس کے ساتھی چھوڑ کر آجاتے ہیں۔اب اس میں کون سی بات مشکل ہے،جو کسی کے سمجھ میں نہ آسکتی ہو اور اس کی وضاحت کی جائے۔ظاہر ہے بندہ کو اسی قبر میں اس کے ساتھی چھوڑ کر واپس آرہے ہوتے ہیں اور مردہ ابھی اسی قبر میں سے ہی واپس لوٹنے والوں کے جوتوں کی آواز سن رہا ہوتا ہے کہ اس کے پاس دو فرشتے آکر اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے سوال و جواب کرتے ہیں۔اگر منافق یا کافر ہے تو صحیح جواب نہ دے سکنے کی وجہ سے اس کو فرشتے لوہے کے ہتھوڑوں سے مارتے ہیں۔جس سے وہ چیختا ہے کہ انسانوں اور جنات کے علاوہ قریب کی تمام مخلوق اس کے چیخنے چلانے کو سنتی ہے۔اگر سوال و جواب سے لے کر ہتھوڑوں کی مار تک کا سارا واقعہ اس ارضی قبر کا نہیں تو

العبد اذا وضع فی قبره وتولی و ذهب اصحابه

کا کیا معنیٰ ہے۔بات ہو رہی ہے اسی قبر کی،اسی قبر میں بندے کو رکھا جاتا ہے اور اسی قبر میں رکھ کر اس کے ورثا واپس ہو رہے ہیں۔اور آخر میں پیغمبر کا یہ فرمانا یسمعها من یلیه الا الثقلین کو جنات اور انسانوں کے علاوہ قریب کی تمام مخلوق اس کی سنتی ہے،کا کیا معنیٰ ہے؟

(۳)مر النبی ﷺ بقبرین فقال انهما لیعذبان و ما یعذبان فی کبیر اما احدهما فکان لا یستتر من البول و اما الاخر فکان یمشی بالنمیمة ثم اخذ جریدة رطبة فشقها نصفین فغرز فی کل قبر واحدة قالوا یا رسول الله لم فعلت هذا قال لعلمه یخفف عنهما مالم ییبسا (بخاری،ج ا،ص ۳۵)

ترجمہ:''آنحضرت ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے۔آپ نے بتایا کہ ان دو کو عذاب ہو رہا ہے اور وہ کسی بڑے گناہ پر نہیں،ایک تو پیشاب کے چھینٹوں سے بچاؤ نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغلی کھانے کا رسیا تھا،پھر آپ نے کھجور کی سبز ٹہنی لی اور اس کو دو حصوں میں کاٹا اور دونوں ٹکڑے ایک ایک قبر پر گاڑ دیئے۔صحابہؓ نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا امید ہے،جب تک یہ ٹہنیاں سبز رہیں گی،ان سے عذاب ہلکا رہے گا۔''

قارئین محترم!اس حدیث میں بھی حضور علیہ السلام نے انہیں قبروں میں عذاب کی اطلاع دی ہے اور ان کے عذاب کی تخفیف کی امید پر ان پر کھجور کی سبز ٹہنیاں رکھوائیں۔اگر انہی زمین پر بنائی گئی قبروں میں عذاب نہیں تو پھر کھجور کی سبز ٹہنیوں کو اس ''مٹی کے ڈھیر'' پر رکھنے کا کیا فائدہ؟کیا(معاذ اللہ)ایک نبی ورسول،وہ بھی محمد رسول ﷺ،لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونک رہا ہے؟نہیں،نہیں،ہرگز نہیں!واقعی آپ علیہ السلام زمینی قبروں کے پاس سے گزرے،انہی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا کہ آپ نے سبز شاخیں قبروں پر رکھیں کہ عذاب میں تخفیف ہو۔

قارئین محترم!ہم نے آپ کے سامنے قدرے تفصیل سے اپنا مؤقف پیش کر دیا کہ''قبر سے وہی جگہ مراد ہے جہا

ں انسان کا جسم دفن کیا جاتا ہے یا جہاں انسان کا جسم قرار پکڑتا ہے اور اسی قبر میں عذاب ہوتا ہے"۔ اس مؤقف کو قرآن و حدیث کی جو روشنی حاصل ہے، اس کے لئے آیات مقدسہ اور احادیث مبارکہ بھی پیش کر دیں کہ قارئین کے لئے اس مسئلہ کے سمجھنے میں کوئی پریشانی نہ رہے بلکہ اطمینان کا سامان ہو اور اہل سنت والجماعت کے مؤقف و مسلک پر دلجمعی نصیب ہو۔

محترم محمد الفصاد صاحب مجلّہ "نغمۂ توحید" (دسمبر ۲۰۰۰ء ص ۳۵) میں فرماتے ہیں "اگر قبر میں جزا سزا ہوتی ہے تو فرعون عذاب سے بچا ہوگا کیونکہ اس کی قبر گڑھے والی زمین کے اندر نہیں بنی اس کے علاوہ کسی ہندو کو بھی سزا نہیں ملے گی کیونکہ ان کے جسموں کو جلا دیا جاتا ہے اور انکی راکھ پانی میں بہادی جاتی ہے"...... افسوس، آں محترم کی یہ بات سراسر جہالت پر مبنی ہے۔ محسوس ہوتا ہے وہ صرف سنی سنائی باتوں پر اپنے موقف کی عمارت بنا چکے ہیں۔ کیا ہم محترم محمد الفصاد صاحب سے پوچھ سکتے ہیں کہ ...... (۱)۔ فرعون کی قبر کے عرفاً زمین میں نہ بنائے جانے کو چودہ صدیوں میں کسی صحیح العقیدہ مفسر محدث عالم نے عذابِ قبر کے نہ ہونے پر دلیل بنایا؟ کوئی حوالہ ہو تو پیش کیا جائے (۲)۔ کیا فرعون کا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے دور کا نہیں اور یقیناً حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دورِ نبوت ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے دورِ نبوت سے پہلی کا ہے لیکن نبی ﷺ نے کہیں نہیں فرمایا کہ چونکہ فرعون ارضی قبر میں نہیں دفن کیا گیا اس لئے عذابِ قبر نہیں بلکہ آپ نے یہی فرمایا کہ عذاب القبر حق۔

(۳) کیا فرعون کا وجود زمین پر ہے یا کہیں اور؟

(۴) محترم محمد الفصاد صاحب جو اپنے دوستوں کے بارے میں دعویٰ ہے کہ وہ اپنا دعویٰ اور دلیل کتاب اللہ سے پیش کرتے ہیں "("نغمۂ توحید" دسمبر ۲۰۰۰ء)۔ اس لئے انہیں چاہیے تھا کہ وہ قرآن کی آیت پیش کر دیتے، جس کا مفہوم ہوتا کہ فرعون عرفاً قبر میں دفن نہیں ہوا، اس لئے عذاب قبر نہیں ہے۔ یا صحاح ستہ کی کوئی حدیث پیش کر دیتے، مگر ان کے پاس سوائے اٹکل پچو، نہ کچھ تھا، نہ کچھ ہے۔ اس کی ایک مثال، ذاتی حوالے سے عرض کروں گا۔ زمانہ طالب علمی میں راقم نے حضرت سید عطاء المحسن بخاری علیہ الرحمتہ سے عرض کیا کہ ملتان کے قریب ایک گاؤں میں ایک بہت بڑا عالم رہتا ہے، وہ وفات مسیح علیہ السلام کا قائل ہے اور کئی ایک دلائل پیش کرتا ہے بلکہ اپنی تقریر و تحریر میں علماء کو چیلنج کرتا ہے، کہ کوئی ہے تو آئے، مگر اس کے بقول آج تک اس کو کوئی جواب نہیں دے سکا۔ اس پر شاہ جی مسکرائے اور فرمایا جتنے فتنے "نئے" محسوس ہو رہے ہیں، ان کے پاس نئی چیز کوئی نہیں ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی وفات مسیح علیہ السلام پر یہی دلائل پیش کرتا تھا اور علماء امت نے اس کے منہ توڑ جواب دیئے۔ جو دلائل وہ عالم اب پیش کرتا ہے، ان کے جوابات موجود ہیں۔ وہ کوئی نئی بات کرتا تو علماء کی طرف سے ان کے جوابات پیش کرنے کی بات ہوتی، نئی بات کوئی ہے ہی نہیں، علماء یونہی اس کے جواب دیتے چلیں جائیں؟

آزاد خیال گروپ کے رہنما محترم محمد الفصاد صاحب کا کہنا کہ "کسی ہندو کو سزا نہیں ملے گی، کیونکہ ان کے جسموں کو جلا دیا جاتا ہے اور ان کی راکھ پانی میں بہادی جاتی ہے" کوئی نئی بات نہیں۔ یہ سوال صدیوں پہلے باطل فرقوں کی طرف سے اہل سنت والجماعت پر کیا گیا تھا۔ گو کہ الفاظ ان کے قدرے مختلف تھے، مگر مفہوم یہی تھا۔ محترم محمد الفصاد صاحب کی طرف سے یہ سوال پڑھ کر بڑی حیرت ہوئی۔ اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو اہل سنت کہتے ہیں مگر جو کچھ اگل رہے ہیں، اسکا تعلق تو اہل سنت سے نہیں

ہے۔کہیں ایسا تو نہیں کہ محترم محمد الفصاد صاحب کو کسی نے غلط راہ پر لگا دیا ہو اور محترم اپنے اندھے اعتماد کے باعث لکیر کے فقیر بنے ہوئے ہوں؟ جب آدمی اپنا صحیح راستہ چھوڑ دے تو پھر غیروں کے ساتھ کھڑا تو ہونا پڑتا ہے۔آزاد خیال گروپ کے محمد الفصاد صاحب اندازہ ہی نہ کر سکے کہ یہ سوال دہرا کر وہ کس طبقہ کی ترجمانی کر رہے ہیں؟ انہیں اس کی پروا نہیں تو ہمیں بھی چنداں اس کی فکر نہیں، جو جہاں چاہے، جس کے ساتھ کھڑا ہو، البتہ ہمارا تعلق بحمد اللہ اہل سنت والجماعت سے ہے۔اس لئے ہم محترم محمد الفصاد صاحب کی خدمت میں وہی جواب پیش کرتے ہیں

جو اہل سنت والجماعت کے اکابر علماء باطل فرقوں کے اس قسم کے سوالوں کے جواب میں پیش کرتے تھے، یہ صرف جواب نہیں ہے بلکہ اللہ کے آخری پیغمبر علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے، جو راہ ہدایت ہے اور محترم الفصاد صاحب کی خدمت میں اس سے بڑا ہدیہ پیش نہیں کیا جا سکتا۔امید ہے کہ وہ بطیب خاطر اسے قبول فرمائیں گے۔حضور علیہ السلام کا ارشاد بھی یہی ہے کہ..... ''تہادوا تحابوا'' (باہم ہدیے دو اور محبت بڑھاؤ)!اب حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں کہ:

عن ابی ہریرہ عن النبی ﷺ قال کان رجل یسرف علی نفسه فلما حضره الموت قال لبنیه اذا انا مت فاحرو قونی ثم اطحنونی ثم ذرونی فی الریح فوا لله لئن قدرالله علی لیعذ بنی عذاباً ما عذبه احداً فلمامات فعل به ذالک فامر الله تعالیٰ الارض فقال اجمعی ما فیک منه ففعلت فاذا هو قائم قال ما حملک علی ما صنعت قال مخافتک یا رب فغفر له۔(بخاری، ج۱،ص ۴۹۵)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: ''ایک شخص نے گناہوں کی وجہ سے اپنے نفس پر بڑی زیادتی کی تھی۔جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے بیٹوں سے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو تم مجھے جلا کر میری راکھ کو خوب پیس کر ہوا میں اڑا دینا۔بخدا اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر تنگی کی تو مجھے وہ ایسی سزا دے گا جو اور کسی کو اس نے نہیں دی۔جب اس کی وفات ہوئی تو اس سے یہی کارروائی کی گئی۔اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ اس کے تمام ذرات کو جمع کر دے۔سو اس (زمین) نے ایسا ہی کیا۔جب وہ جمع کر دیا گیا۔تو وہ آدمی تھا، جو کھڑا کر دیا گیا۔تو (اللہ نے) فرمایا کہ یہ کارروائی تو نے کیوں کی؟ اس نے کہا تیرے ڈر سے، اے میرے پروردگار۔سو اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا''۔

قارئین محترم!اس حدیث کو بار بار پڑھیں اور محترم محمد الفصاد صاحب خصوصاً پڑھیں اور فیصلہ کریں کہ کیا اللہ تعالیٰ کو اب بھی طاقت اور قدرت ہے کہ ذرات کو جمع کر دے؟ ہمارا تو ایمان تھا اور ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قدرتِ کاملہ ہے اور اب بھی وہ ذرات کو جمع کر سکتا ہے اور اپنے قانون کے مطابق سوال و جواب کے مراحل سے گزار سکتا ہے۔ہاں جو لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ تسلیم نہ کرتے ہوں یا اسے (معاذ اللہ) محدود تسلیم کرتے ہوں تو ان کے نزدیک یہ یقیناً مشکل امر ہے کہ کیسے راکھ کے ذرات کو جمع کیا جا سکتا ہے؟ معلوم نہیں، محترم محمد الفصاد صاحب اس بارے کیا موقف رکھتے ہیں۔اگر آں محترم، اسے ضد و عناد اور اَنا کا مسئلہ نہ بنائیں، تو حضور علیہ السلام کے اس ارشاد کی روشنی میں ان کے پیش کردہ الکل پچو کی کیا حیثیت ہے؟ یقیناً حضور علیہ السلام کی بات

ماننے میں ہی سلامتی ہے۔ یہ فیصلہ تو محترم محمد الفصاد صاحب کو کرنا ہے کہ وہ حضور ﷺ کی بات مان کر سرخم کرتے ہیں یا اپنی پسندیدہ اور باطل فرقوں کی تراشیدہ بات مانتے ہیں۔ اور پھر محترم محمد الفصاد صاحب قرآن کریم کی اس آیت الم نجعل الارض کفاتا احیاء و امواتا امواتا (پ۲۹، سورۃ مرسلات) کی طرف بھی توجہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ''کیا ہم نے نہیں بنائی زمین، سمیٹنے والی زندوں کو اور مردوں کو''۔ اس کے تحت مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ''زمین کو حق تعالیٰ نے ایسا بنایا ہے کہ زندہ انسان اس کی پیٹھ پر سوار ہیں اور مردے سب اس کے پیٹ میں ہیں۔ سمجھ مقصود ہو تو اتنی بات ہی کافی ہے........ نیز۔ منها خلقنكم و فيها لغير كم و منها نخرجكم نارة اخرى. (پ۱۶، سورۃ طٰہٰ، آیت ۵۵)
کہ ''اسی زمین سے ہم نے تم کو بنایا اور اسی میں پھر (موت کے بعد) پہنچا دیتے ہیں اور اسی سے نکالیں گے، تم کو دوسری بار'' کا کیا معنیٰ ہے؟ کیا قیامت کے دن کوئی شخص زمین کے بغیر کسی اور جگہ سے بھی اٹھایا جائے گا؟ نہیں، یقیناً نہیں۔ باقی رہا محترم محمد الفصاد صاحب کا کہنا کہ ان کے مؤقف کو سمجھنے کے لئے قرآن کریم کی آیت النار یعرضون علیها غدوا و عشیا ((یعنی) آتش (جہنم) کہ صبح و شام اس کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔) (پ۲۴، سورۃ مؤمن، آیت ۴۶) کی مختلف تفسیریں دیکھ لی جائیں۔ اور ان کے تحت محمد الفصاد صاحب نے تفسیر ابن کثیر اور ابن جریر کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد گرامی ذکر کیا کہ ''آلِ فرعون کی ارواح کو سیاہ رنگ کے قالبوں میں صبح و شام جہنم میں پیش کیا جاتا ہے'' اب چونکہ محمد الفصاد صاحب کا مؤقف یہ ہے کہ ''ارواح ہی کو عذاب ہوتا ہے، جسم کا اس سے کوئی تعلق نہیں''۔ تو ان کے خیال میں سیدنا ابن مسعودؓ کا یہ ارشاد، اس مؤقف کی تائید میں ایک واضح دلیل ہے۔

کسی کا نیک مشورہ نہ ماننا بھی انسان کی کم نصیبی ہے۔ اس لئے ہم نے کوشش کی کہ تفسیر ابن کثیر اور تفسیر ابن جریر بھی دیکھ لی جائے۔ ابن جریر تو ہمیں فوری طور میسر نہیں ہو سکی، اس کو بھی ضرور دیکھیں گے اور اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔ (کہ اس کے دیکھنے پڑھنے کا جہاں ہمیں ثواب ملے گا، وہاں محترم محمد الفصاد صاحب کو بھی مشورہ دینے کا ضرور ثواب ہوگا) البتہ تفسیر ابن کثیر ہمیں میسر آ گئی اور محترم محمد الفصاد کے مشورہ پر آیت النار یعرضون علیها غدوا و عشیا نکال لی۔ اس آیت کے تحت پوری تفسیر کو پڑھ گئے۔ اب ہم حیران ہوئے اور سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ اس لئے نہیں کہ وہ تفسیر اہل سنت الجماعت کے مخالف تھی بلکہ اس لئے کہ کیسے کیسے لوگ ہیں، جو عوام کی راہنمائی کا دعوٰی کرتے ہیں اور حال یہ ہے کہ تفسیر ابنِ کثیر کے نام پر عوام کو دھوکہ دے رہے ہیں۔
معاً ہمیں ایک قصہ یاد آ گیا۔ کہتے ہیں یہودی، حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت ہمارے ایک مرد اور عورت نے زنا کیا ہے، تو آپ کا اس بارے کیا فرمان ہے؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا تم اپنی کتاب تورات میں اس بارے کیا پاتے ہو؟ کہنے لگے کوڑوں کا حکم۔ مگر حضرت عبداللہ بن سلامؓ جو یہود کے بڑے عالم تھے اور مسلمان ہو چکے تھے، انہوں نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو، تورات میں تو سنگسار کرنے کا حکم ہے۔ بالآخر کتاب لائی گئی، اسے کھولا گیا تو پڑھنے والے نے آیت رجم پر ہاتھ رکھ دیا۔ اور اس سے پہلے اور بعد کی عبارت پڑھنے لگا، جس پر حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے کہا، اپنا ہاتھ اٹھاؤ۔ جب اس نے ہاتھ اٹھایا تو نیچے آیت رجم تھی، کہ سنگسار کردو۔ اب معاملہ تو محترم محمد الفصاد صاحب کا بھی یہی ہے کہ حوالہ دے دیا۔ النار یعرضون کے تحت

تفسیر ابن کثیر کا مگر ساری تفسیر پر ہاتھ رکھ کر صرف اپنی مقصد کی بات ''ارشاد عبداللہ بن مسعودؓ'' ذکر کر دیا۔ ہم کسی کو کچھ کہنے اور طعنہ دینے کے حق میں نہیں ہیں، کہ اللہ کریم کو طعنہ دینا بھی پسند نہیں، مگر اتنی بات ضرور ہے کہ محترم محمد الفصا د صاحب یہاں بہت بڑی خیانت کے مرتکب ہوئے ہیں۔ وہ، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی تفسیر ابن کثیر کے حوالہ سے ذکر کر کے باور کرا رہے ہیں کہ امام ابن کثیر کا بھی گویا یہی مؤقف ہے کہ ''ارواح کو ہی عذاب ہوگا'' مگر قارئین محترم! معاملہ الٹ ہے۔ ہم یہاں قارئین کے فائدہ کے لئے تفسیر ابن کثیر میں سے آیت ''النار یعرضون علیھا غدوا و عشیا'' کی تفسیر کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔ تفسیر ابن کثیر میں اس آیت مبارک کے تحت یہ عبارت رقم فرمائی گئی ہے کہ ھذه الاية اصل كبير فى استدلال اهل السنة على عذاب البرزخ فى القبور ''یہ اہل سنت کے اس استدلال کی بڑی اساس ہے کہ قبروں میں عذاب برزخ ہے'' اس کے بعد امام ابن کثیر ایک حدیث لائے ہیں۔ جس کے آخری الفاظ یہ ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ فضلت یا رسول الله هل للقبر عذاب قبل يوم القيمة قال ﷺ .لا

ترجمہ: ''میں نے کہا، یارسول اللہ کیا قبر میں عذاب ہے، قیامت سے پہلے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں''۔

اس کے بعد سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کئی دن گزرے ایک دن دوپہر کے وقت آپؐ اونچی آواز سے کہہ رہے تھے۔

القبر كقطع الليل المظلم ايها الناس لو تعلمون ما اعلم بكيتم كثيراً و ضحكتم قليلاً ايها الناس استعيذو اباالله من عذاب القبر فان عذاب القبر حق

ترجمہ: ''قبر اندھیری رات کا ٹکڑا ہے۔ لوگو! اگر تمہیں (اس کا) علم ہو جائے، جس کا مجھے علم ہوا ہے تو (تم) زیادہ روؤ اور تھوڑا ہنسو۔ لوگو! پناہ پکڑا۔ اللہ کی، عذاب قبر سے، بے شک عذاب قبر حق ہے''۔

اس کے بعد ایک اور حدیث لائے ہیں۔ امام ابن کثیر جو سیدہ عائشہؓ سے ہی مروی ہے کہ:

ان يهودية دخلت عليها فقالت نعوذ بالله من عذاب القبر فسالت عائشة رضى الله عنها رسول الله ﷺ عن عذاب القبر فقال ﷺ نعم عذاب القبر حق

ترجمہ: ''ایک یہودی عورت حضرت عائشہؓ کے پاس آئی اور اس نے کہا ہم پناہ پکڑتے ہیں عذاب قبر سے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے سوال کیا عذاب قبر کے بارے میں، تو آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں عذاب قبر حق ہے۔

محترم محمد الفصاد صاحب نے تفسیر ابن کثیر کا حوالہ دیا مگر صرف اپنے مقصد کی بات ذکر کر دی، باقی پوری تفسیر پر ہاتھ رکھ دیا۔ امید ہے کہ آں محترم نے اب بھی ہاتھ اٹھا کر یہ سب کچھ پڑھ لیا ہوگا۔ ہم آں محترم سے یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ زیر آیت ''النار یعرضون علیھا'' پر جو کچھ امام ابن کثیر نے لکھا، کیوں آپ نے ''نغمۂ توحید'' کے قاری کی خدمت میں پیش نہیں کیا اور اس سے کیوں چشم پوشی فرمائی؟ باقی رہا، سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ فرمان، کہ آل فرعون کی ارواح کو سیاہ رنگ کے قالبوں میں صبح و شام جہنم پر پیش کیا جاتا ہے، تو جناب ہم تو ماننے والوں میں سے ہیں، لیکن محترم محمد الفصاد صاحب سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کا فرمان پڑھ کر پر رک نہ جائیں بلکہ کچھ آگے بھی بڑھیں۔ اسی تفسیر ابن کثیر میں جہاں سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کا فرمان ہے، آخر میں یہ

بھی ہے۔

قال رسول الله ﷺ ان احدكم اذا مات عرض عليه مقعده' بالغداة والحشى ان كان من اهل الجنه فمن اهل الجنة و ان كان من اهل النار فمن اهل النار فيقال هٰذا مقعدك حتىٰ يبعثك الله عزو جل اليه يوم القيامة

ترجمہ:''حضور علیہ السلام نے فرمایا بے شک تم میں کوئی جب مر جائے تو اسے اس کا ٹھکانا صبح وشام دکھایا جاتا ہے۔اگر وہ اہل جنت میں سے ہے تو وہ اہل جنت میں دکھایا جاتا ہے۔اگر وہ جہنمیوں میں سے ہے تو اسے اس کا ٹھکانہ جہنم دکھایا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ یہ ہے تمہارا ٹھکانا۔ یہاں تک کہ تجھے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اٹھائے''

اس حدیث میں مندرجہ ذیل باتیں زیادہ توجہ کے لائق ہیں........

''اذا مات'': میں موت کا وقوع کس پر ہو رہا ہے؟ جسم پر یا روح پر؟ یقیناً جسم پر!

عرض علیہ: میں''ہ''ضمیر کا مرجع جسم ہے یا روح؟ یقیناً جسم!

مقعدک: میں''ک''ضمیر کا مخاطب جسم ہے یا روح؟ یقیناً جسم!

یبعثک: میں''ک''ضمیر کا مخاطب جسم ہے یا روح؟ یقیناً جسم! تو واضح ہو گیا کہ موت واقع ہو رہی ہے جسم پر۔ٹھکانہ بھی پیش کیا جاتا ہے صبح وشام جسم پر۔قیامت کے دن قبر سے اٹھایا بھی جائے گا، تو یہی جسم۔

محترم محمد الفھاد صاحب! آپ کی پیش کردہ روایت بابت فرمان عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) اور یہ روایت جس کا آپ نے نہ معلوم کیوں ذکر کرنا پسند نہ فرمایا۔ان دونوں روایتوں کو ملا کر کیا نتیجہ یہی نکلا؟ کہ عذاب وثواب صرف روح کو نہیں بلکہ روح مع الجسد کو ہے۔اس سے تو اہل سنت والجماعت کا مؤقف مکمل طور پر واضح ہو کر سامنے آ گیا۔محترم محمد الفھاد صاحب! اللہ تعالیٰ نے آپ کو ماشاء اللہ دو آنکھیں عنایت فرمائی ہیں۔مگر ایک آنکھ سے دیکھنا اور ایک آنکھ بند رکھنا اس کا نام تو عقل مندی نہیں ہے۔حق تو یہ ہے کہ اگر آپ کو دو آنکھیں ملی ہوئی ہیں تو دونوں سے دیکھیں اور صحیح راستہ اختیار فرمائیں۔ (جاری ہے)

ماہانہ مجلس ذکر، روحانی اجتماع و اصلاحی بیان

حضرت پیر جی، ابن امیر شریعت

سید عطاء المہیمن بخاری

دامت برکاتہم

امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

30، ستمبر 2001ء
بروز جمعرات بعد
نماز مغرب

دار بنی ہاشم
مہربان کالونی
ملتان

اصلاحی وتربیتی بیان فرمائیں گے

احباب و متعلقین نماز مغرب تک پہنچ جائیں

المعلن: ناظم مدرسہ معمورہ، دار بنی ہاشم، مہربان کالونی۔ ملتان فون: 061-511961

محمد عطاء اللہ صدیقی قسط دوم

اسلام...... یا...... فکری ارتداد؟

سیکولر اور ملحد دانش بازوں کے بعض سوالات کا جائزہ

بہت سے سیکولر مصنفین نے جسٹس منیر کی اس خام خیالی کو حقیقت کا درجہ دیتے ہوئے اپنی تحریروں میں نقل کیا ہے۔ اگر وہ خلوص سے جناح کے اقوال کے متعلق ہی تحقیق فرماتے تو ان پر یہ حقیقت ضرور منکشف ہوتی کہ 'نظریۂ پاکستان' کے الفاظ خود جناح نے اپنی تقریر میں ہی ارشاد فرمائے تھے:

"It is by our own dint of arduous and sustained efforts that we can create strength and support for our people not only to achieve our freedom and independance but to be able to maintain it and live according to Islamic ideals and principal.

Pakistan not only means freedom and independance but the Muslim Ideology which has to be preserved, which has come to us as a precious gift and treasure and which we hope other will share with us." (Some recent speeches and writing of Mr. "Jinnah" published by Sh. Muhammad Ashraf, Lahore,1947, P.89)

''ہم اپنی سخت اور پیہم جدوجہد کے ذریعے سے قوت بہم پہنچا سکتے ہیں، ہم نہ صرف آزادی کے حصول کے لئے اپنے لوگوں کی معاونت کر سکتے ہیں، بلکہ انہیں ہم اس قابل بھی بنا سکتے ہیں کہ وہ اس کو قائم رکھیں اور اسلامی آدرش اور اصولوں کے مطابق اپنی زندگی بسر کر سکیں۔ پاکستان کا مطلب محض آزادی نہیں ہے، اس کا مطلب 'مسلم آئیڈیالوجی' بھی ہے جس کا تحفظ کیا جانا باقی ہے، جو ہم تک ایک قیمتی تحفے اور خزانے کے طور پر پہنچا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں دوسری (اقوام) بھی اس میں حصہ دار بن سکتی ہے۔''

ڈاکٹر عائشہ جلال پاکستانی ہیں مگر ایک طویل عرصہ سے میڈلین یونیورسٹی امریکہ میں بطورِ پروفیسر خدمات سر انجام دے رہی ہیں۔ پاکستانی سیاست پر ان کی کتابیں بہت مقبول ہیں۔ وہ اسلامک آئیڈیالوجی اور کلچر کے متعلق اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھتی ہیں: ''پاکستان کی پہلی کابینہ میں وزیر تعلیم جناب فضل الرحمٰن نے اعلان کیا کہ مستقبل میں تدریسی و تعلیمی طریقہ کی بنیاد، اسلامک آئیڈیالوجی، پر رکھی جائے گی، محض یہی نہیں بلکہ فلم اور میڈیا کو بھی لوگوں کا اس نہج پر نقطہ نظر

بدلنے کے لئے استعمال میں لایا جائے گا۔''

(Ref: The State of Martial Rule, P.282)

معاشرے کو اسلامی نہج پر ڈھالنے کے لئے اس دور کی حکومت کے اقدامات کو ڈاکٹر عائشہ جلال جیسی سیکولر خاتون نے 'اسلامک سوشل انجینئرنگ' کا نام دیا ہے (صفحہ ۲۸۳) وہ مختلف مثالیں دینے کے بعد اظہارِ خیال کرتی ہیں: ''یہ تمام مثالیں آزادی کے بعد چند ابتدائی سالوں سے متعلق ہیں، یہ وہ دور تھا جب پاکستان کے قائدین ریاست کو اسلامک سوشل آرڈر (اسلامی سماجی ضابطہ) کے حتمی ضامن کی حیثیت سے قائم کرنے کے متعلق بہت فکر مند تھے'' (صفحہ ۲۸۴)۔

اسلامی ریاست کا مفہوم لیاقت علی خان کے ذہن میں کیا تھا، بقول ڈاکٹر عائشہ جلال: ''لیاقت علی خان نے اس کی تشریح یوں کی کہ ریاست محض غیر جانبدار مبصر کا کردار ادا کرنے پر قانع نہیں ہوسکتی، بلکہ یہ سماجی ڈھانچہ تشکیل دینے میں مستعدی سے اپنا کردار ادا کرے گی تاکہ پاکستان کامل طور پر 'اسلام کی لیبارٹری' بن سکے۔'' (صفحہ ۲۸۵)

مارچ ۱۹۴۹ء میں جب دستور ساز اسمبلی نے قراردادِ مقاصد منظور کی تو اس کے بعد وزیراعظم نوابزادہ لیاقت علی خان نے جو تقریر کی وہ نظریۂ پاکستان کی تشریح کے متعلق ایک عظیم دستاویز کا درجہ رکھتی ہے۔ اس میں انہوں نے نظریۂ پاکستان کے خدوخال اور اس کے نفاذ کی حکمتِ عملی کو بے حد بلیغ انداز میں بیان کیا۔

اسی طرح جناب ابراہیم اسماعیل چندریگر نے ۱۸؍ اکتوبر ۱۹۵۷ء کو وزارتِ عظمیٰ کا حلف اٹھایا، اس تقریب کے دوران خطاب کرتے ہوئے انہوں نے منجملہ دیگر باتوں کے کہا:

''میری جماعت (مسلم لیگ) حکومت میں اس لئے داخل ہوئی ہے تاکہ آئیڈیالوجی آف پاکستان (نظریۂ پاکستان) کا تحفظ کر سکے جسے مخلوط انتخابات سے خطرات لاحق ہیں۔''

(Ref: "Pakistan Affairs, by Tariq Mahmood Dogar, P.178)

جنرل یحییٰ خان نے ۱۹۶۹ء میں 'لیگل فریم ورک آرڈر' متعارف کرایا، اس کے آرٹیکل ۲۰ کے الفاظ یہ ہیں:

"Islamic Ideology which is the basis for the creation of Pakistan shall preserved."

'اسلامی نظریہ، جو تخلیق پاکستان کی بنیاد ہے، کا تحفظ کیا جائے گا''

راقم الحروف کی ریسرچ کے مطابق 'پاکستان آئیڈیالوجی' کی اصطلاح سب سے پہلے پاکستان کے لفظ کے مجوز چودھری رحمت علی (مرحوم) نے ۱۹۳۴ء میں استعمال کی تھی۔ ان کے اپنے الفاظ ہیں:

"The effect of Pak-Ideology on the myth of Indian unity has been devastating. It has destroyed the cult of uni-nationalism and uni-territorialism of India and creed of the multi-national and multi-territorialism of "Dinia" (South Asia) ("Pakistan-The

Father land of the Pak Nation". Ch. Rehmat Ali, P.205)

''ہندوستانی وحدت کے موہوم راز پر پاک آئیڈیالوجی کے بہت تباہ کن اثرات مرتب ہوئے۔اس نے وحدانی علاقائیت، وحدانی قومیت کے عمومی تصور کو ختم کر دیا اور اس کی بجائے کثیر القومیت اور کثیری علاقائیت یعنی دینیہ (جنوبی ایشیا) کے تصور کو پروان چڑھایا۔''

راقم الحروف نے معمولی کاوش کے بعد اپنی لائبریری میں موجود کتب سے 'نظریہ پاکستان' کے متعلق اس قدر حوالہ جات ڈھونڈ نکالے ہیں۔اس موضوع پر اگر صحیح معنوں میں تحقیق کی جائے، پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں ارکان کی تقاریر کے ریکارڈ کو کھنگالا جائے اور مختلف راہنماؤں کے بیانات اور حکومتی پالیسیوں کا مطالعہ کیا جائے، تو اس طرح کے سینکڑوں حوالہ جات مل سکتے ہیں۔مگر متحدہ پاکستان کے دوسرے چیف جسٹس محمد منیر کا تجاہل عارفانہ ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

''میں نے یہ لفظ (آئیڈیالوجی) پہلی مرتبہ اس وقت سنا جب میں ۱۹۵۳ء میں پنجاب میں ہونے والے فسادات کی انکوائری کر رہا تھا اور میں نے باقاعدہ اس لفظ کو رپورٹ میں ان تین مطالبات کے حوالے سے درج کیا جو قرار دادِ مقاصد کی بنیاد پر احمدیوں کے خلاف کئے جا رہے تھے۔''

''اسلامی جمہوریہ'' پر اعتراض سیکولر طبقہ نے پاکستان کے 'اسلامی' تشخص کو صدقِ دل سے کبھی قبول نہیں کیا۔گذشتہ ایک دو سالوں میں پاکستان میں سیکولرزم کی حمایت میں کچھ زیادہ ہی بے باکانہ بیانات کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے۔اصغر خان، جو سیکولر کے عشق میں بہت دور نکل گئے ہیں۔گذشتہ چند ماہ کے دوران کئی مرتبہ اپنے اخباری بیانات میں یہ مطالبہ کر چکے ہیں کہ پاکستان کے نام کے ساتھ 'اسلامی جمہوریہ' نہیں ہونا چاہیے۔سیکولر نام نہاد انسانی حقوق کمیشن کے قادیانی ڈائریکٹر آئی اے رحمٰن اپنی تحریر و تقریر میں پاکستان کے نظریاتی تشخص کے خلاف مسلسل ہرزہ سرائی میں مصروف ہیں۔سابق وفاقی وزیر اقبال حیدر جو عاصمہ جہانگیر کے ادارے 'دستک' کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کے رکن بھی ہیں، فروری میں ایک سیمینار میں بے حد زوردار انداز میں، 'اسلامی جمہوریہ' کے خلاف تنقید کر چکے ہیں۔سیکولر اور اشتراکی دانش بازوں کا جہاں بھی اکٹھ ہوتا ہے وہ اس ناروا مطالبہ کو ضرور دہراتے ہیں۔پچھلے دنوں لاہور میں 'پنجابی عالمی کانفرنس' کے دوران لادین عناصر کا اجتماع ہوا۔جس میں انڈیا سے بھی کثیر تعداد میں متدین شریک ہوئے۔اس کانفرنس میں ڈاکٹر مبارک علی نے اشتراکی پنچ لگائی کہ:

''قیام پاکستان کی تحریک اسلامی ملک کے حصول کے لئے نہیں بلکہ سیکولر ڈیموکریٹک پاکستان کے لئے تھی۔پاکستان کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کہنا درست نہیں۔ایوب خان کے دور تک یہ صرف جمہوریہ پاکستان تھا۔نظریہ کے بارے میں سرکاری نقطہ نظر کا از سر نو جائزہ لینا ہوگا اور برصغیر کی تقسیم کی از سر نو جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔انہوں نے کہا کہ پاکستان میں سیکولر ڈیموکریٹک سسٹم ہونا چاہیے۔(''انصاف'' ۱۴ اپریل ۲۰۰۱ء)

ڈاکٹر مبارک کی مذکررۃ الصدر نامبارک یاوہ گوئی ایک خودساختہ مورخ کی تاریخ شکن حرکت ہے۔ تاریخ کے نام پر جھک مارنے والا یہ مصنف کل تک تو ساقط الاعتبار تھا مگر آج اسے سیکولر اشترا کی حلقوں میں کافی اعتنار حاصل ہو گیا ہے۔ سبط حسن اور علی عباس جلال پوری کے بعد اشترا کی میکدے میں جو قحط الرجال کی صورت پیدا ہوئی تھی، اس میں ڈاکٹر مبارک کو بلند مقام' حاصل کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ ڈاکٹر مبارک صاحب ۳۰ کے قریب کتابوں کے مصنف (یا مؤلف) ہیں، مگر ان کی تمام کتابیں تاریخ کی مارکسی تعبیر کے گرد گھومتی ہیں۔ مارکسی مؤرخین کا المیہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو روشن خیال اور غیر متعصب سمجھتے ہیں، مگر ان کی تصانیف تاریخ کی مادی تعبیر اور مارکسی تعصب کے زیراثر ہوتی ہیں۔ معروضیت اور غیر جانبداری کا ان کے ہاں گزر تک نہیں ہوتا۔ ان کی تاریخ کا مقصد مارکسی پراپیگنڈہ کو آگے بڑھانا ہوتا ہے۔

ڈاکٹر مبارک کتابوں کے علاوہ ایک سہ ماہی 'تاریخ' بھی نکالتے ہیں، اس میں بھی وہ تاریخ کا وہی حشر کرتے ہیں جو بالعموم ان کی کتابوں میں نظر آتا ہے۔ دیگر جذباتی، اشترا کی مؤرخین کی طرح ڈاکٹر مبارک کا مشن بھی یہی ہے کہ وہ برصغیر پاک و ہند کی تمام تاریخ کو ناقابل اعتبار ثابت کر سکے۔ اشترا کی مؤرخین قدیم تاریخ کے سرچشموں اور ذرائع کو کوئی اہمیت دینے کو تیار نہیں ہیں۔ ان کے خیال میں قدیم مؤرخین نے معروضی حقائق کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف وہ تاریخ لکھی جو استحصالی طبقے کے مفادات کی ترجمان تھی۔ وہ اس تاریخ کو 'جھوٹ کا پلندہ' قرار دیتے ہوئے مسترد کر دیتے ہیں اور بار بار اس ضرورت کا احساس دلاتے ہیں کہ تاریخ کو نئے سرے سے مرتب کیا جائے۔ مگر اشترا کی مؤرخین نے تاریخ نویسی کے جو 'روشن' اصول وضع کیے ہیں، ان کی 'شاندار' جھلک ڈاکٹر مبارک کے مندرجہ بالا بیان میں واضح طور پر دکھائی دیتی ہے۔ ڈاکٹر مبارک کے بیان کا تجزیہ کیا جائے تو درج ذیل باتیں سامنے آتی ہیں۔

۱۔ ڈاکٹر مبارک نے بے حد دھڑلے سے اپنی 'دانشوری' تو جھاڑ دی ہے کہ قیام پاکستان کی تحریک سیکولر ڈیموکریٹک پاکستان کے لئے تھی مگر اس نے اپنے اس بے کار دعویٰ کے ثبوت کے لئے کوئی دلیل دینا مناسب نہیں سمجھا۔ آخر موصوف نے یہ نتیجہ کہاں سے اخذ کیا ہے۔

۲۔ ڈاکٹر مبارک کا یہ ارشاد بھی لغو ہے کہ نظریۂ پاکستان کے بارے میں جو کچھ کہا جاتا ہے وہ محض سرکاری نقطہ نظر ہے۔ جس ملک کے زمانۂ اول میں غلام محمد، سکندر مرزا، ایوب خان، یحییٰ خان اور ذوالفقار علی بھٹو جیسے سیکولر افراد حکومت کر چکے ہوں، وہاں کے آئین میں اگر کچھ اسلامی دفعات بھی شامل ہوگئی ہیں تو یہ محض نتیجہ ہے غیر سرکاری یعنی عوامی دباؤ کا۔ ایوب خان نے تو ۱۹۶۲ء کے آئین سے 'اسلامی جمہوریہ' کا لفظ ہی نکال دیا تھا مگر پاکستان کے محب وطن اسلام پسند عوام کے دباؤ کے سامنے انہیں جھکنا پڑا۔

۳۔ ڈاکٹر مبارک کے بارے میں یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ وہ پاکستان کی تاریخ کے اہم واقعات کے بارے میں بھی چٹا کورا ہے۔ مگر جب وہ کہتا ہے کہ 'ایوب خان کے دور تک یہ صرف جمہوریہ پاکستان تھا'' تو ہمیں کہنا پڑتا ہے کہ یہ خانہ زاد مؤرخ تاریخی حقائق کو مسخ کرنے کے فن میں ید طولیٰ رکھتا ہے اور اس خوش فہمی میں مبتلا بھی ہے کہ اس کے طبع زاد جھوٹ کو عام آدمی محض اس بنا پر 'سچ' مان لے گا کیونکہ یہ صاحب 'مؤرخ' کہلاتے ہیں۔ ورنہ کون نہیں جانتا کہ ایوب خان سے پہلے یہ ملک 'اسلامی جمہوریہ' ہی تھا۔

۱۹۴۹ء میں جب قرارداد مقاصد منظور ہوئی، یہ ملک دستوری اعتبار سے آئینی ہو گیا تھا۔ ۱۹۵۶ء میں جب وزیر اعظم محمد علی کی قیادت میں پاکستان کا پہلا دستور نافذ ہوا تو اس میں بھی 'اسلامی جمہوریہ پاکستان' ہی درج تھا۔ ۱۹۶۲ء میں جب ایوب خان نے اپنا وضع کردہ آئین متعارف کرایا تو اس میں سے 'اسلامی' کا لفظ حذف کر دیا جس کے خلاف شدید احتجاج ہوا۔ چند ماہ کے اندر ہی آئین کی پہلی ترمیم کے ذریعے ایوب خان کو 'اسلامی' کا لفظ دوبارہ آئین میں شامل کرنا پڑا ۔ ایوب خان کو عوامی ردعمل کا اندازہ نہیں تھا۔ اس کے بعد کسی بھی سیکولر حکمران کو پاکستان کے عوام کے جذبات سے کھیلنے کی جرأت نہ ہوئی۔ کس ڈھٹائی سے آج ڈاکٹر مبارک یہ بیان داغتا ہے کہ ایوب خان کے دور تک یہ صرف جمہوریہ تھا۔ پنجابی کانفرس میں شریک کیا ایک بھی صاحب ضمیر 'روشن خیال' دانشور موجود نہیں تھا جو ڈاکٹر مبارک کی اس لغو حرکت کا نوٹس لیتا اور اسے اس کے جھوٹ پر متنبہ کرتا!!؟

میاں افتخار الدین کا تبصرہ آج کے سیکولر دانشور 'اسلامی جمہوریہ' کے لفظ سے خار کھاتے ہیں، مگر میاں افتخار الدین جیسے اشتراکی رہنما نے قرارداد مقاصد کی منظوری پر جو تقریر کی، وہ ملاحظہ کیجئے:

''اس قرارداد (مقاصد) پر جو اعتراضات کئے گئے ہیں۔ ان کا تعلق اس بیان سے ہے کہ طاقت کا سرچشمہ خدا کی ذات ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس طرح آئین کی نوعیت مذہبی ہو جاتی ہے۔ جنابِ عالی! میں کانگریس پارٹی کے ارکان کو یقین دلاتا ہوں کہ قرارداد کا ابتدائیہ اسے کسی طرح بھی مذہبی نہیں بنا دیتا۔ اس سے زیادہ مذہبی نہیں بناتا جتنے مذہبی دنیا کے جدید ملکوں کی وہ قراردادیں اور بیانات ہیں جن کا تعلق بنیادی اصولوں سے ہے۔

جناب! بہت سے ملکوں کے دساتیر کی عبارت، اگر بالکل ایسے ہی نہیں تو اس سے ملتے جلتے الفاظ سے شروع ہوتی ہے۔ آئر لینڈ ہی وہ تنہا ملک نہیں جس کے بارے میں میں جانتا ہوں، جس کا دستور اللہ تعالیٰ کے بارے میں کچھ انہی جیسے الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔ برطانوی سلطنت کا قریباً ہر ملک اپنا اقتدار بادشاہ کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے حاصل کرتا ہے۔ ہمیشہ یہی کہا جاتا ہے: ''بادشاہ کے ذریعے، اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے'' وغیرہ وغیرہ۔ اگر سلطنت برطانیہ کی رعیت یا آئرش فری اسٹیٹ کے شہری، قرارداد کے ان الفاظ سے پریشان نہیں ہوتے تو کانگریس پارٹی کے ارکان کو بھی اس سے زیادہ

پریشان نہیں ہونا چاہئے۔'' جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور سماجی انصاف کے اصولوں کے متعلق 'اسلامی' کے الفاظ کے استعمال پر گفتگو کرتے ہوئے میاں افتخار الدین نے کہا:

''اگر ہم کسی لحاظ اور جھجک کے بغیر رومن لا، برٹش پارلیمانی نظام اور ایسی ہی دوسری اصطلاحات استعمال کر سکتے ہیں تو 'اسلامی' کی اصطلاح کیوں استعمال کیوں نہیں کر سکتے؟ لیکن ہمیں دنیا کو ایک اسلامی آئین دینا ہے۔ اگر ہم نے ایک صحیح اسلامی آئین دیا ہوتا جو ایک بہترین نظریے پر مبنی اور حقیقی جمہوریت کے حصول کا ذریعہ ہوتا تو میرا خیال ہے کہ ہمیں ایک عظیم کارنامہ سرانجام دیتے۔ تاہم اس موقع پر مجھے یہ کہنے کا حق ہے اور اس کے لئے میں کسی رکن کو یا اس ایوان کے کسی حصے کو الزام نہیں دوں گا بلکہ میں بھی ان میں شامل ہوں کے ہم اپنا فرض ادا نہیں کر رہے ہیں۔ ریاست کا اسلامی تصور غالباً اتنا ہی ترقی پسندانہ، اتنا ہی انقلابی، اتنا ہی جمہوری اور حرکت وعمل کے امکانات سے پر ہے جتنا کسی اور ملک کا آئین یا نظریہ ہوسکتا ہے مجھے یقین ہے کہ بانی عظیم ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے اس مرحلے میں بھی یہ ایوان قرارداد مقاصد کے مسودے میں ان اصولوں کو شامل کرے گا جو حقیقی جمہوریت کو ممکن بنائیں گے۔''

آج کے ہم اشتراکی دانشوروں کو علماء سے اگر خاص بغض ہے تو وہ اپنے ہی ہم خیال بزرگ اشتراکی کی رائے کا ہی احترام کریں۔

قدرت اللہ شہاب کی گواہی　صدر ایوب خان سیکولر میلان کے مالک تو تھے لیکن اسلام سے اس قدر بیزار بھی نہ تھے۔ ان کے دور میں پاکستان میں ترقی پسندوں اور اشتراکیوں کا بہت غلغلہ تھا۔ اس زمانے میں اسلام یا مذہب کی حمایت کرنے والوں کو بائیں بازو کے دانشور سخت طعن وتشنیع کا نشانہ بناتے تھے۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کے قدرت اللہ شہاب مرحوم کی شہادت ریکارڈ پر لائی جائے۔ انہوں نے ''شہاب نامہ'' میں تفصیل سے لکھا ہے کہ کس طرح ایوب خان کے برسر اقتدار آتے ہی سرکاری خط وکتابت میں 'اسلامی جمہوریہ' کا ذکر غائب ہوگیا اور کس طرح انہیں دوبارہ ان الفاظ کو آئین میں شامل کرنا پڑا۔ ''شہاب نامہ'' میں وہ لکھتے ہیں: ''اس نئے دور میں کام شروع کرتے ہی میرے دل میں یہ بات کھٹکی کہ مارشل لا نافذ ہونے کے بعد اب تک جتنے سرکاری اعلانات، قوانین اور ریگولیشن جاری ہوئے ہیں، ان میں صرف حکومت پاکستان کا حوالہ دیا ہے، حکومت اسلامی جمہوریہ پاکستان کا کہیں ذکر نہیں آیا۔ پہلے تو میں نے سوچا کہ شاید ڈرافٹنگ میں غلطی سے ایک آدھ بار یہ فروگزاشت ہوگئی ہوگی، لیکن جب ذرا تفصیل سے جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ جس تواتر سے یہ فروگزاشت دہرائی جارہی ہے وہ سہواً کم، التزاماً زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ اس پر میں نے ایک مختصر سے نوٹ میں، صدر ایوب کی خدمت میں تجویز پیش کی کہ اگر وہ اجازت دیں تو وزارت قانون اور مارشل لا ہیڈ کوارٹر کی توجہ اس صورت حال کی طرف دلائی جائے اور ان کو ہدایت کی جائے کہ جاری شدہ تمام اعلانات اور قوانین کی تصحیح کی جائے اور آئندہ کے لئے اس

غلطی کو نہ دہرایا جائے۔صدر ایوب صاحب کا قاعدہ تھا کہ وہ فائلیں اور دوسرے کاغذات روز کے روز نپٹا کر میرے پاس واپس بھیج دیا کرتے تھے لیکن معمول کے برعکس یہ نوٹ کئی روز تک میرے پاس نہ آیا۔۵/نومبر کی شام کو میں اپنے دفتر میں بیٹھا دیر تک کام کر رہا تھا۔باہر ٹیرس پر صدر ایوب اپنے چند رفیقوں کے ساتھ کسی معاملے پر گرما گرم بحث کر رہے تھے۔گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بعد جب سب لوگ چلے گئے تو صدر میرے نوٹ کا پرچہ ہاتھ میں لئے میرے کمرے میں آئے۔وہ غیر معمولی طور پر سنجیدہ تھے۔آتے ہی انہوں نے میرا نوٹ میرے حوالے کیا اور کہا: ''تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ڈرافٹنگ میں کسی نے کوئی غلطی نہیں کی بلکہ ہم نے سوچ سمجھ کر یہی طے کیا کہ اسلامک ری پبلک آف پاکستان سے 'اسلامک' کا لفظ نکال دیا جائے''۔''یہ فیصلہ ہو چکا ہے یا ابھی کرنا ہے؟''میں نے پوچھا۔صدر ایوب نے کس قدر غصے سے مجھے گھورا اور سخت لہجے میں کہا: ''ہاں،ہاں فیصلہ ہو گیا ہے۔کل صبح پہلی چیز مجھے اس پریس ریلیز کا ڈرافٹ ملنا چاہئے اور اس میں دیر نہ ہو''،شائد وہ خدا حافظ کہے بغیر ہی،تیز تیز قدم اٹھاتے کمرے سے نکل گئے۔اگر مجھ میں ہمت ہوتی تو میں بھی ان کے پیچھے پیچھے بھاگتا اور انہیں روک کر پوچھتا کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان سے اسلامی کا لفظ حذف کرنے والے آپ کون ہوتے ہیں؟۔''(صفحہ ۷۱۹،۷۲۰)

اس کے بعد جناب قدرت اللہ شہاب نے جو سطور لکھی ہیں وہ فی الواقعہ سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔مجھے تعجب ہوگا اگر کوئی ادیب آج بھی 'اسلامی جمہوریہ' کے دفاع میں اس سے زیادہ خوبصورت،پرتاثیر اور مؤثر انداز میں ایسی سطور لکھ سکے۔مجھے یوں تو معلوم ہوتا ہے جیسے شہاب صاحب صرف میری ہی نہیں بلکہ اہل پاکستان کے جذبات کی ترجمانی کا فریضہ بھی انجام دے گئے ہیں۔ڈاکٹر مبارک جیسے اشتراکی جو پاکستان کے آئین میں 'اسلامی' کا لفظ برداشت نہیں کرتے' کاش ان سطور میں بیان کردہ استدلال پر غور کر سکیں۔شہاب موصوف کی وہ زندہ رہنے والی سطور ملاحظہ کیجئے......

''بڑے سوچ بچار کے بعد صبح کے قریب میں نے پریس ریلیز کو تیار نہ کیا بلکہ اس کی جگہ دو ڈھائی صفحوں کا ایک نوٹ لکھا،جس کا لب لباب یہ تھا کہ پاکستان کو اسلام سے فرار ممکن نہیں۔اس ملک کی تاریخ پرانی لیکن جغرافیہ نیا ہے۔ہندوستان اور پاکستان کے درمیان ریڈ کلف لائن صرف اس وجہ سے کھینچی گئی تھی کہ ہم نے یہ خطۂ ارض اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا۔اب اگر پاکستان سے اسلام کا نام الگ کر دیا گیا تو حد بندی کی یہ لائن معدوم ہو جائے گی۔ہم پاکستانی اس وجہ سے بنے کہ ہم صرف مسلمان تھے۔اگر افغانستانی،ایرانی،مصر،عراق اور ترکی اسلام کو خیر باد کہہ دیں تو پھر بھی افغانی،ایرانی،مصری،عراقی اور ترک ہی رہتے ہیں لیکن ہم اسلام کے نام سے راہ فرار اختیار کریں تو پاکستان کا الگ کوئی وجود قائم نہیں رہتا۔اس لئے اسلام ہماری طبع نازک کو پسند خاطر ہو یا نہ ہو،اسلام ہماری طرزِ زندگی کو راس آئے،ذاتی طور پر ہم اسلام کی پابندی کرتے ہوں یا نہ کرتے ہوں،حقیقت بہر حال یہی ہے کہ اگر آخرت کے لئے نہیں تو اسی چند روزہ زندگی میں خود غرضی کے

طور پر، اپنے وطن کی سلامتی کے لئے، ہمیں اسلام کا ڈھول اپنے گلے میں ڈال کر بر سر عام ڈنکے کی چوٹ پر بجانا ہی پڑے گا ،خواہ اس کی دھمک ہمارے حسن سماعت پر کتنی گراں کیوں نہ گزرے۔ جمہوریہ پاکستان کے ساتھ 'اسلامک' کا لفظ لگانے سے اگر کسی کا ذہن قرونِ وسطیٰ کی طرف جاتا ہے تو جانے دیں۔ دوسروں کی جہالت کی وجہ سے اپنے آپ کو احساس کمتری میں مبتلا کرنے کی ضرورت نہیں ہے"۔ دوسرے دن اس نوٹ کے حوالے سے شہاب صاحب ایوب خان سے اپنی ملاقات کا ذکر یوں کرتے ہیں۔'' وہ میرے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئے اور میرے ہاتھ میں لکھا ہوا نوٹ پڑھنے لگے۔ چند سطریں پڑھ کر چونکے اور پھر از سرنو پڑھنے لگے۔ جب ختم کر چکے تو کچھ دیر خاموش بیٹھے رہے۔ پھر آہستہ سے بولے'' Yes You are right'' یہ فقرہ انہوں نے دوبارہ دہرایا اور نوٹ ہاتھ میں لئے کمرے سے چلے گئے۔ اس کے بعد اس موضوع پر پھر کسی سے کبھی کوئی بات نہ کی۔ چند روز کے بعد میں کچھ فائلیں لے کر صدر ایوب کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اپنی ڈاک دیکھ رہے تھے۔ ایک خط پڑھ کر بولے: '' کچھ لوگ مجھے لکھتے ہیں، کچھ لوگ ملنے بھی آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دنیا بدل گئی ہے۔ اب ماڈرن ازم اور اسلام اکٹھے نہیں چل سکتے۔ میں ان سے کہتا ہوں: "Pakistan has no escape from Islam" ''پاکستان کو اسلام سے فرار ممکن نہیں!''

اسلام اور پاکستان لازم و ملزوم ہیں، پاکستان اگر جسم ہے تو اسلامی نظریہ اس کی روح ہے۔ پاکستان کی اصل شناخت اس کا اسلامی ہونا ہے۔ غلام محمد، سکندر مرزا، ایوب خان، یحییٰ خان وغیرہ جیسے سیکولر آمروں کو پاکستان کی اصل شناخت مٹانے میں کامیابی نہ ہوئی۔ آج اگر کسی دانشور کو علمائے دین سے کوئی بغض ہے، تو وہ ان سے اپنا حساب الگ سے چکائے۔ مولویوں کی آڑ میں اسلام یا پاکستان کے خلاف بدزبانی کو کروڑوں محب وطن پاکستانی ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔ اگر کوئی مغرب کی لادینی جمہوریت پر فریفتہ ہے اور وہاں کی مادر پدر آزادی کی حسرت میں مرا جا رہا ہے، اسے چاہئے کہ کسی مغربی ملک میں اپنا ٹھکانہ تلاش کرے، یہ ملک دین، اسلام کی بنیاد پر بنا تھا یہاں لادینیت کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ دنیا کا کوئی بھی ملک بغیر 'نظریئے' کے وجود نہیں رکھتا۔ لبرل جمہوریت ایک نظریہ ہے، مارکسزم ایک نظریہ ہے، سیکولرزم ایک نظریہ ہے، دین اسلام ایک نظریہ ہی نہیں، عظیم ترین خدائی نعمت اور الہیاتی نظام ہے۔ پاکستان اسلام کے نام پر ہی وجود میں آیا تھا اور ہمیشہ 'اسلامی' ہی رہے گا۔ (ان شاءاللہ)

دورِ جدید کی اعلیٰ فینسی ورائٹی کا مشہور مرکز

عمر فاروق ہارڈ ویئر پینٹس اینڈ مل سٹور

عمارتی و صنعتی سامان، ہارڈ ویئر، پینٹس، ٹولز، بلڈنگ میٹریل، گورنمنٹ کے منظور شدہ کنڈے، باٹ و پیمانہ جات

صدر بازار ڈیرہ غازی خان فون: 0641-462483

ساغر اقبالی

زبان میری ھے بات اُن کی

☆ جب قائدِ اعظم کا نام آئے تو رضی اللہ عنہ کہا جائے اور قائدِ اعظم کے ساتھیوں کا ذکر آئے تو رحمتہ اللہ علیہ کہا جائے۔ (منیر احمد منیر)

اور جب ایسی لایعنی باتیں کرنے والوں کا نام آئے تو لعنتہ اللہ علیہ کہا جائے۔

☆ خاتون کو چٹکی کاٹنے پر نائب ناظم کی بھری بس میں چھترول۔ (ایک خبر)

اے کشتی کے کھیون ہار انہیں بیچ دریا کے مار

☆ اقتدار میں ہوتی تو مجاہدین کو حملوں سے منع کرتی۔ (بے نظیر)

کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ!

☆ قائدِ اعظم نے سیکولر پاکستان کا خواب دیکھا تھا۔ (نسلی واڈیا۔ جناح کا نواسہ)

اور نسلی واڈیا اس وقت قائدِ اعظم کے ساتھ سویا ہوا تھا۔

☆ قادیانیوں کے خلاف تحریک امریکہ کے ایماء پر چلائی گئی۔ (جاوید اقبال)

چن! سنیا اے تیرا وی لک وا
ذرا سانوں وی وکھا سانوں شک وا

☆ بے نظیر کے غیر ممالک میں سوارب کے اثاثے۔ (ایک خبر)

''غریبوں کا مقدر بدلنے کے لئے ہیں''

☆ جلد پاکستان آ کر بحالی جمہوریت کے لئے جدوجہد کروں گا۔ (نواز شریف)

وہ دن گئے جب خلیل میاں فاختہ اڑایا کرتے تھے۔

☆ گھر میں فاقے...... خاتون تین بیٹیوں کے ساتھ نہر میں کود گئی۔ (ایک خبر)

اور حاکم سکون کی نیند سو رہے ہیں۔

☆ سیاست کو عبادت سمجھنے والوں کی پذیرائی کی جائے۔ (سعید منیس)

یعنی ان کے ''سوشلزم'' اور ''جمہوریت'' کی ٹھیک ٹھاک ٹھکائی کی جائے۔

بقیہ ص 10 پر

حاجی محمد انور بٹ

سید حبیب مرحوم-----ایک صحافی، ایک مجاہد

برصغیر میں تحریکِ آزادی جن مسلمان رہنماؤں کی جاں گداز قربانیوں سے پروان چڑھی۔ان میں ایک معتبر نام سید حبیب کا ہے۔اُس دور میں کہ، جب آزادی کا نام لینا جرم تھااور قدم قدم پر مصائب تھے۔سید حبیبؒ ہر آزمائش میں کندن بن کر نکلے۔وہ اپنے دور کے نہایت بے باک مسلمان صحافی تھے۔اُن کے اخبار روزنامہ ''سیاست'' کی پیشانی بجا طور پر اس شعر سے مزین ہوتی تھی کہ

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

سید حبیبؒ کے آباؤاجداد مظفرآباد (آزاد کشمیر) کے رہنے والے تھے۔وہ نقل مکانی کر کے ہری پور ہزارہ میں سکونت پذیر ہوئے۔بعدازاں جلالپور جٹاں میں آباد ہوگئے۔سید حبیب نے سکاچ ہائی سکول وزیرآباد سے میٹرک پاس کیا اور پھر ایک سکول میں مدرس مقرر ہوگئے۔کچھ عرصہ بعد فوج میں بھرتی ہوکر ہانگ کانگ چلے گئے لیکن جلد ہی نوکری سے جی اُچاٹ ہوگیااور ایک فرنگی افسر سے لڑ جھگڑ کر نوکری چھوڑ کر ایک بحری جہاز کے ذریعے سے کلکتہ پہنچ گئے۔یہاں انہوں نے ایک اخبار ''صداقت'' کی ادارت سنبھالی۔یہ اخبار زیادہ دیر نہ چل سکا تو آپ نے ایک اور اخبار ''نقاش'' جاری کیا۔انہی دنوں کانپور مچھلی بازار کی ایک مسجد کو سڑک وسیع کرنے کے سلسلہ میں انگریزی حکام کی اجازت سے شہید کر دیا گیا۔مولانا سید حبیب نے ''نقاش'' میں اس کے خلاف ایک زبردست مقالہ لکھا، جس پر اخبار بند کر دیا گیا۔سید حبیبؒ نے ایک اور اخبار ''رہبر'' کا ڈیکلریشن حاصل کرلیا لیکن یہ اخبار بھی ضبط کرلیا گیااور سید حبیبؒ نظر بند کر دیئے گئے۔رہائی کے بعد آپ لاہور تشریف لے آئے اور ''کشمیری میگزین'' نامی ہفت روزہ کے مدیر مقرر ہوئے۔۱۹ مارچ ۱۹۱۹ء کو انہوں نے روزنامہ ''سیاست'' جاری کیا جو ایک عرصہ تک بار بار دشمنی کی پاداش میں بند ہوتا رہا،اور پھر نکلتا رہا۔

مولانا کی تحریر میں تلوار کی سی تیزی تھی۔ایک دفعہ جالندھر کے ایک ہندو نے ایک غلط خبر ''سیاست'' کو بھیج دی ، جو شائع ہوگئی۔حکومت نے مراسلہ نگار کا پتہ چلانے کی بے حد کوشش کی لیکن سید حبیب نے سزا کاٹ لی لیکن یہ نہ بتایا کہ غلط خبر انہیں کہاں سے ملی ہے۔اسی طرح ایک مسلمان پوسٹ مین نے اپنے ہندو انسپکٹر کے خلاف مراسلہ شائع کرایا۔انسپکٹر نے ہتکِ عزت کا دعویٰ دائر کیا۔اس نے سید حبیبؒ سے کہا کہ میں مقدمہ واپس لے لیتا ہوں بشرطیکہ مراسلہ نگار کا نام پتا، بتا دیں۔لیکن سید صاحب نے اسے صاف صاف کہہ دیا کہ مجھے پھانسی کے تختے پر چڑھا دیا جائے تو بھی میں اس کا نام نہ بتاؤں گا۔

مسلمانوں کا ایک وفد مولانا ظفر علی خانؒ کی قیادت میں پنجاب کے انگریز گورنر ایمرسن سے ملاقات کرنے گورنر ہاؤس گیا۔ رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ باتوں باتوں میں افطاری کا وقت آ گیا۔ اس دوران سید حبیبؒ اور گورنر میں پہلے ہی کسی بات پر تلخ کلامی ہو چکی تھی۔ سید حبیبؒ نے کہا کہ ''ہم روزے سے ہیں۔ ہماری افطاری کا بندوبست کیا جائے''۔ گورنر پہلے بھی سے ہی گرم تھا اس نے کہا کہ ''وہ سامنے نل سے جا کر پانی سے افطاری کر لو''۔ سید حبیبؒ نے کہا کہ ہم قوم کے نمائندے ہیں۔ آپ کو مہمان نوازی کے لئے روپیہ ملتا ہے، وہ کہاں ہے؟ گورنر نے کہا ''تم پوچھنے والے کون ہو؟'' شاہ صاحب نے کہا کہ ہم قوم کے نمائندے ہیں۔ رقم ہماری جیبوں سے ٹیکس کی صورت میں جاتی ہے اور میں پوچھنے کا حق رکھتا ہوں۔ گورنر نے کہا کہ ''میں جواب دینے کو تیار نہیں ہوں'' مولانا ظفر علی خانؒ نے سید حبیب کو کئی دفعہ روکا کہ ''سید صاحب! چھوڑیئے! لیکن سید صاحب کب چھوڑنے والے تھے۔ نتیجہ یہ کہ گورنر اٹھ کر چلا گیا۔ شاہ صاحب اپنے دفتر میں آئے اور پوری تفصیل سے سارا واقعہ ''سیاست'' میں شائع کر دیا اور اس کا عنوان رکھا ''بدتمیز گورنر''۔ دوسرے دن حکومت پنجاب کی طرف سے ایک پریس نوٹ جاری ہوا۔ سید حبیبؒ نے اس خبر کا عنوان دیا ''گورنر نے جھوٹ بولا'' حکومت نے، مارد گر سید صاحب کے الزامات کو جھٹلایا تو اگلے روز سید صاحب نے شذرہ لکھا..... ''گورنر نے پھر جھوٹ بولا''!

لاہور کے ایک ڈپٹی کمشنر نے سید حبیبؒ کو نیچا دکھانے کی ٹھان رکھی تھی۔ اس نے شاہ صاحب کے خلاف کئی مقدمے قائم کئے۔ جونہی شاہ صاحب کو کسی مقدمے میں قید کی سزا دی جاتی، وہ قانونی تقاضے پورے کر کے ضمانت پر باہر آ جاتے۔ اور پھر فوراً ہی کسی دوسرے مقدمے میں دھر لئے جاتے۔ شاہ صاحب جھکنے کا نام نہ لیتے اور دوبارہ باہر آ جاتے۔ اس سے حکومت کی بہت بدنامی ہوتی۔ آخر کار بدنامی کی وجہ سے حکومت نے ڈپٹی کمشنر کو تبدیل کر دیا۔

سید حبیبؒ نے سر سکندر حیات وزیر اعظم پنجاب کے خلاف ایک طویل مضمون شروع کیا۔ اس کی کئی اقساط شائع ہوئیں، جس کا عنوان تھا ''الیگزینڈر..... کاٹھ کا الو''۔ سید حبیبؒ بڑے ضدی واقع ہوئے تھے۔ وہ جب کس کی مخالفت کرتے تو بہت بری طرح لتے لیتے اور کسی کا مشورہ قبول نہ کرتے۔ سب دوستوں نے کہا کہ شاہ صاحب! آپ نے بیک وقت صوبے کے تین بڑے حاکموں گورنر ایمرسن، وزیر اعظم سر سکندر حیات اور چیف جسٹس ینگ کے خلاف لکھنا شروع کر رکھا ہے، یہ درست نہیں۔ لیکن شاہ صاحب نے فرمایا ''میں اپنا نفع نقصان خوب جانتا ہوں۔ مجھے کسی مشورے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ حکومت پنجاب نے تنگ آ کر دس ہزار روپے کی ضمانت طلب کر لی، جو سید حبیب ادا نہ کر سکے اور ان کا اخبار ''سیاست'' ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔ اس کے بعد انہوں نے ''منشور''، ''پیغامِ جدید'' اور ''غازی'' جاری کئے، لیکن روزنامہ ''سیاست'' جیسی شہرت حاصل نہ کر سکے۔

سید حبیب کی سیاسی زندگی کا آغاز خلافت کمیٹی سے ہوا، لیکن آپ بہت جلد اس سے الگ ہو کر ''جمعیت خدام

الجرمین'' میں شامل ہو گئے۔ جس کا پہلا اجلاس بریڈ لاء ہال، لاہور میں ہوا۔ اس اجلاس میں پیر سید جماعت علی شاہ، مولانا حسرت موہانی، سر میاں محمد شفیع، راجہ صاحب محمود آباد، شیخ صادق حسن، حکیم معراج الدین احمد، مولانا بہاء الحق قاسمی، اور سید حبیب نے شرکت کی۔ یہ جمعیت زیادہ دن نہ چلی۔ تب سید صاحب نے کانگریس میں شمولیت اختیار کر لی، لیکن انہوں نے مسلم مفادات سے کبھی انحراف نہیں کیا۔ جب مسجد شہید گنج کے انہدام کا سانحہ ہوا تو سید صاحب نے اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ یہاں تک کہ آپ نے زندگی میں پہلی بار مولانا ظفر علی خانؒ سے بھی مفاہمت کی۔ سانحہ جلیانوالہ باغ ہو یا علم الدین شہیدؒ کا مقدمہ، سید حبیب نے کوئی ایسی تحریک نہیں چھوڑی، جس میں انہوں نے حصہ نہ لیا ہو اور گرفتار نہ ہوئے ہوں۔ آخری بار سید صاحب جولائی ۱۹۴۱ء میں ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے تحت حکومت برطانیہ اور حکومت افغانستان کے تعلقات ''خراب'' کرنے کی پاداش میں گرفتار ہوئے۔ انہیں راجن پور جیل میں رکھا گیا اور ۱۹ مئی ۱۹۴۴ء کو رہا کیا گیا۔

سید صاحب نے اپنی زندگی کے تیس قیمتی سال قید و بند کی صعوبتوں میں گزار دیئے۔ ان کے اخبار ضبط ہوئے، لیکن انگریز اس مردِ درویش کو کبھی نہ جھکا سکا۔ مرحوم عبدالمجید سالک اپنی کتاب ''یارانِ کہن'' میں رقم طراز ہیں کہ

''سید صاحب نہایت محنتی، جفاکش، باہمت دوستوں کے مخلص دوست اور دشمنوں کے سخت دشمن واقع ہوئے تھے۔ مشکلات و مصائب سے ہرگز پریشان نہ ہوتے تھے۔ بڑے سے بڑے افسر اور بڑے سے بڑے لیڈر سے ٹکرا جانے میں تامل نہ کرتے تھے۔ لوگوں کی سفارشیں کرنا محتاجوں کی امداد کا جتن کرنا، غریب مسلمان نوجوانوں کو ملازمتیں دلوانا اور بعض مظلوموں کے لئے افسروں سے لڑنا سید حبیب کا عام شعار تھا۔

قیامِ پاکستان کے بعد سید حبیب نے اپنے نام سے ''سیاست'' کے اجراء کے لئے بڑی کوشش کی، لیکن تیس برس تک آزادی کے لئے جدوجہد کرنے والا سید حبیب آزادی کے بعد بھی ستم گری کا شکار رہا۔ دیسی انگریزوں نے فرنگی کی لگائی ہوئی بندش توڑنے سے انکار کر دیا اور سید حبیب اپنے نام سے کسی اخبار کی منظوری حاصل نہ کر سکے۔ بلکہ دوسروں کے محتاج رہے۔ دنیائے صحافت کا یہ مردِ مجاہد ۵ ستمبر ۱۸۹۰ء کو جلال پور جٹاں کے محلہ سادھو میں پیدا ہوا، اور ۲۳ فروری ۱۹۵۲ء کو شکستہ دلی اور تنگ دستی کے عالم میں آسودۂ خاک ہو گیا۔ میانی صاحب لاہور کے قبرستان میں محوِ خواب سید حبیب اور ان کے کارناموں کو آج دنیا فراموش کر چکی ہے۔ لیکن ان کے تذکرہ کے بغیر ہماری قومی تاریخ بہر حال نامکمل رہے گی؟ ادھوری اور ناقص تاریخ پڑھنے اور پڑھانے والی قوم کا انجام کیونکر اچھا ہو؟ بقول حالی

ع۔ وہ قوم آج ڈوبے گی، گر کل نہ ڈوبی!

☆امیر شریعتؒ نے اپنی خطابت سے برصغیر کے عوام میں حریت کا شعور بیدار کیا۔ (چودھری ثناء اللہ بھٹہ)

☆شاہ جیؒ اللہ کا عطیہ تھے۔ (قمر الحق بادشاہ)

☆امیر شریعتؒ کے بغیر تاریخ حریت وطن نامکمل رہے گی۔ (سید محمد یونس بخاری)

لاہور (۲۱، اگست) امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی چالیسویں برسی پر دفتر مجلس احرار اسلام لاہور میں ایک تقریب منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت زعیم احرار چودھری ثناء اللہ بھٹہ نے کی۔ مقررین نے امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی انمٹ دینی وملی خدمات پر زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ چودھری ثناء اللہ بھٹہ نے کہا کہ جدوجہد آزادی کے جری رہنما، جید عالم دین، ممتاز شاعر وادیب اور شعلہ نوا خطیب تھے۔ اپنی خطابت سے برصغیر کے عوام میں حریت کا شعور بیدار کیا۔ چودھری محمد اکرام نے شاہ جیؒ کی تحریک آزادی وطن میں ان کے نمایاں کردار کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔ ان کی للکار نے برطانوی استعمار کو اپنا بوریا بستر لپیٹنے پر مجبور کر دیا اور اپنی آتش بیانی سے فرنگی کا خوف عوام کے دلوں سے نکال باہر کیا۔ مولانا یوسف احرار نے کہا کہ وہ سچے عاشق رسول اور کھرے عالم دین تھے۔ محاسبۂ قادیانیت کے لئے ان کی بے پناہ خدمات تاریخ کے ماتھے کا جھومر ہیں۔ میاں محمد اویس نے کہا امیر شریعتؒ نے برصغیر پاک وہند میں انگریز سامراج کے خود کاشتہ پودے قادیانیت کا پردہ چاک کیا اور اس کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ انہوں نے کہا کہ سرزمین پنجاب میں اگر سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ پیدا نہ ہوتے تو آزادی کا سورج طلوع نہ ہوتا۔ پروفیسر قمر الحق بادشاہ نے کہا شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بے لوث، بے خوف اور بے ریا لوگ اللہ کا عطیہ ہوتے ہیں، جو روز روز پیدا نہیں ہوتے۔ سید محمد یونس بخاری نے کہا کہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے بغیر تاریخ حریتِ وطن نامکمل رہے گی۔ محمد معاویہ رضوان نے کہا کہ شاہ جیؒ کے مشن کی علمبردار مجلس احرار اسلام ان کی نشانی ہے اور مجلس احرار اسلام کے کارکن شاہ جیؒ کے بتائے راستے پر گامزن ہیں اور مجلس احرار اسلام ان کے فرزند سید عطاء المہیمن بخاری کی قیادت میں زندۂ جاوید ہے۔ مروان کاشمیری نے کہا کہ شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کی قربانیاں ان گنت اور ان کی جدوجہد بے مثال ہیں۔ تاریخ پاک وہند میں ان کا نام ہمیشہ زندۂ جاوید رہے گا۔ علاوہ ازیں سید محمد یونس بخاری اور محمد معاویہ رضوان نے منظوم خراجِ عقیدت پیش کیا۔ دریں اثناء مدرسہ معمورہ میں ان کے ایصالِ ثواب کیلئے قرآن خوانی کا اہتمام بھی کیا گیا۔

[illegible] دینی مدارس کو بند نہیں کر [illegible]

پاکستان کو دینی مدارس نے نہیں یونیورسٹائز طبقہ نے مقروض کیا ہے۔

دینی مدارس میں حکومتی مداخلت کی بھرپور مزاحمت کی جائے گی (قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم)

ملتان (۲۴، اگست) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے دینی مدارس کے حوالے سے حکومتی

آرڈی نینس پر ردِعمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ دینی مدارس کے نصاب و نظام میں حکومتی مداخلت کی بھرپور مزاحمت کی جائے گی۔ وہ دارِ بنی ہاشم میں اجتماع جمعہ سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ لارڈ میکالے کے نظام تعلیم نے انگریز کے جانے کے بعد بھی یونیورسٹیوں اور کالجوں سے غلام پیدا کیے ہیں۔ چوّن برس سے یہی غلام، پاکستان کو لوٹ رہے ہیں۔ یونیورسٹیوں سے نکلنے والے سیاست دانوں اور بیوروکریٹس نے پاکستان کا معاشی و سیاسی ڈھانچہ تباہ کر کے رکھ دیا ہے اور انہیں اپنے اس قومی جرم پر شرمندگی بھی نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ دینی مدارس نے پاکستان کی تعمیر و ترقی میں فعال کردار ادا کیا ہے۔ یونیورسٹائز طبقہ نے پاکستان کو سودی قرضوں کی زنجیروں میں جکڑ کر غلام اور بھکاری بنا دیا ہے دینی مدارس کو چندہ دینے والے خوشحال ہیں۔ ان کی وجہ سے ملک مقروض نہیں ہوا امریکہ اور برطانیہ کے گداگر اور آئی ایم ایف کے نوکر دینی مدارس کا چندہ بند کر سکتے ہیں نہ ان کو ختم کر سکتے ہیں ایسی دینی قیادت فراہم کی جو کرپشن اور حکومتی لوٹ کھسوٹ میں شریک نہیں ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ حکومت دینی مدارس کو تباہ کرنے کی تدبیریں سوچ رہی ہے اور اللہ کی تدبیر دین دشمنوں کو تباہ و برباد کر دے گی۔ سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ علماء اور دینی جماعتیں اپنے آخری سانس اور خون کے آخری قطرے تک دینی مدارس اور اپنی اقدار کا تحفظ کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ کی چاپلوسی کرنے والے اور یہودی و نصرانی قرضوں کے بھکاری جان لیں کہ دینی قوتیں ناقابلِ شکست ہیں۔ ہم، جنگلوں، صحراؤں اور گلی کوچوں کو دینی مدارس میں تبدیل کر دیں گے۔ قرآن و حدیث کی تعلیم کا راستہ روکنے والے تاریخ میں کبھی بھی عزت حاصل نہیں کر سکے۔ انہوں نے کہا کہ دینی قوتوں کو کچلنے اور سیکولر معاشرہ قائم کرنے کے خواب دیکھنے والے احمق اور جاہل ہیں۔ وہ افغانستان کے اسلامی انقلاب سے سبق حاصل کریں۔ پاکستان میں اسلام کے سوا کسی بھی نظام کو نہ تو ہم قبول کرتے ہیں اور نہ اسے چلنے دیں گے خواہ اس کے لئے ہمیں ہزاروں جانیں قربان کرنی پڑیں۔ ہم اس سے گریز نہیں کریں گے۔

دینی قوتیں اور جہادی تنظیمیں اسلام اور پاکستان کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کی بےلوث محافظ ہیں (سید عطاء المہیمن بخاری)

لاہور (۲۵، اگست) مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی امیر سید عطاء المہیمن بخاری، ناظم اعلیٰ مولانا محمد اسحاق سلیمی، نائب ناظم سید محمد کفیل بخاری، ناظم نشر و اشاعت عبداللطیف خالد چیمہ، ناظم اعلیٰ لاہور ملک محمد یوسف اور میاں محمد اویس نے ایک مشترکہ بیان میں کہا ہے کہ دینی مدارس اسلام کے مضبوط قلعے ہیں۔ دینی قوتیں انتہائی محبِ وطن اور جہادی تنظیمیں اسلام اور پاکستان کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کی بےلوث محافظ ہیں۔ ان کے خلاف حکومتی اقدام سے دشمنوں کے ہاتھ مضبوط ہوں گے اور ملکی سالمیت خطرے میں پڑ جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ حکومت شوق سے نیا تعلیمی بورڈ بنائے مگر اس کے ساتھ الحاق کیلئے اپنی سرپرستی میں نئے مدارس بھی قائم کرے، البتہ پہلے سے موجود اداروں کے نصاب و انتظام میں مداخلت سے باز رہے۔ احرار رہنماؤں نے یاد دلایا کہ یہی دینی ادارے آزادی وطن کی تحریک کا ہراول دستہ

تھے۔ جن کی انمٹ قربانیوں نے قوم کو ہمکنارِ منزل کیا۔ حکومت نے مصلحتوں کے پیش نظر اگر ان اداروں کا گلا گھوٹنے کی کوشش کی تو انتہائی خطرناک صورتحال پیدا ہو جائی گی اور دینی طبقات کا شدید ترین ردِ عمل دبایا نہیں جا سکے گا۔ انھوں نے مطالبہ کیا کہ صدر مشرف اگر ملک میں امن و آشتی اور ترقی چاہتے ہیں تو وزیرِ داخلہ اور وزیرِ خزانہ کو فوری طور پر برطرف کر کے ان کے خلاف غیر جانبدارانہ انکوائری کرائیں کیونکہ مذکورہ وزراء فوج اور عوام کو آپس میں لڑا کر صیہونی اور قادیانی عزائم کی تکمیل کرنا چاہتے ہیں۔

جہادی تنظیموں کے خلاف موجودہ کریک ڈاؤن دراصل امریکہ و یورپ کا ایجنڈا ہے۔

برطانوی سامراج اور استعمار کے سامنے نہ جھکنے والے امریکن سامراج کے سامنے بھی سرنڈر نہیں ہوں گے (عبداللطیف خالد چیمہ)

موجودہ حکومت نے دین دشمنی اور قادیانیت نوازی کے سابقہ ریکارڈ توڑ دیے ہیں۔ (قاضی بشیر احمد)

چیچہ وطنی (۲۴، اگست) مجلس احرار اسلام کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ جہادی قوتوں پر پابندی لگانے والے مسلمانوں کے دلوں سے جذبۂ جہاد ختم نہیں کر سکتے۔ جہادی تنظیموں کے خلاف موجودہ کریک ڈاؤن دراصل امریکہ و یورپ کا ایجنڈا ہے، جس کے لئے ہمارے حکمران سرگرم عمل ہیں۔ حکمران اور دین دشمن یاد رکھیں کہ برطانوی سامراج اور روسی استعمار کے سامنے نہ جھکنے والے امریکی سامراج کے سامنے بھی سرنڈر نہیں ہوں گے۔ وہ دار العلوم ختم نبوت، جامع مسجد چیچہ وطنی میں مجلس احرار اسلام کے صدر محمد افضل خان کی زیر صدارت منعقدہ کارکنوں کے اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔ انھوں نے کہا کہ فوجی حکومت کا عمومی طرزِ عمل اور جہادی تنظیموں سے رویہ جہادِ کشمیر سے دستبرداری کا عندیہ دے رہا ہے۔ انھوں نے کہا کہ مدارس اسلامیہ کے خلاف جارحانہ مہم آخر کار ناکام و نامراد ہوگی۔ انھوں نے حکومت کی طرف سے ماڈل اسلامی مدارس کے قیام کے نظام کو مداخلت فی الدین قرار دیا اور کہا کہ یہود و نصاریٰ اور ان کے ایجنٹوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے گا۔ انھوں نے کہا کہ اقوام متحدہ کی مانیٹرنگ ٹیمیں ہماری داخلی خود مختاری کو داؤ پر لگانے کے مترادف ہے۔ قاضی بشیر احمد نے کہا کہ موجودہ حکومت نے دین دشمنی اور قادیانیت نوازی کے سابقہ ریکارڈ توڑ دیئے ہیں۔ تحفظ ختم نبوت کا مشن ہمارے ایمان کا تقاضا ہے۔ حافظ محمد جاوید نے کہا کہ حکومت کی سیکولر پالیسیوں کے سامنے پوری قوت سے مزاحمت کا کردار ادا کرنا ہمیں اکابرِ احرار سے ورثے میں ملا ہے۔ محمد یعقوب نے کہا کہ دینی قوتوں کو اس موقع پر اتحاد و یگانگت کی فضا پیدا کرنی چاہیئے۔ مولانا منظور احمد نے کہا قادیانیوں کی سرپرستی کرنے والے ضرور ذلیل و خوار ہوں گے۔

مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی کا انتخاب

چیچہ وطنی (۲۴، اگست) مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی کے ایک انتخابی اجلاس میں حسب دستور آئندہ کے لئے درج ذیل عہدیداروں کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ صدر محمد افضل خان، نائب صدر چودھری انوار الحق، ناظم ابن الحافظ حنفی، نائب ناظم حافظ محمد جاوید، ناظم نشریات محمد معاویہ رضوان

محمد حنظلہ کی ولادت

مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی کے کارکن، مرکزی شوریٰ کے رکن ہمارے رفیق فکر محترم حاجی شیخ محمد رضوان کو اللہ تعالیٰ نے پوتا عطا کیا ہے۔

تاریخ ولادت: ۲۸، جمادی الاوّل ۱۴۲۲ھ ☆ ۱۹، اگست ۲۰۰۱ء، بروز اتوار، بوقتِ سحر

نومولود کے والد نوید رضوان اور چچا محمد معاویہ رضوان نے بچے کا نام عظیم صحابیٔ رسول ﷺ حضرت حنظلہؓ کے نامِ نامی پر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نومولود ''حنظلہ'' کی عمر میں برکت عطاء فرمائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقشِ قدم پر چلائے۔ اراکینِ ادارہ نومولود کے دادا، اور والدین کو مبارک باد پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے جانشین امیر شریعت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ کی برپا کردہ عظیم انقلابی تحریک ''تجدید اسماء الصحابہؓ'' کو جاری رکھا۔ (ادارہ)

☆☆☆☆☆

برطانیہ میں ''نقیبِ ختمِ نبوت'' کے خریدار متوجہ ہوں!

مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی ناظم نشریات عبداللطیف خالد چیمہ جماعتی مصروفیات کے باعث ۱۸، اگست کو برطانیہ نہ جا سکے۔ اب ان شاء اللہ تعالیٰ وہ ۸، ستمبر کو روانہ ہوں گے۔

گزشتہ سال ان کے سفر برطانیہ کے دوران جن احباب نے ماہنامہ ''نقیبِ ختمِ نبوت'' کا زرِ سالانہ جمع کرا کر تعاون فرمایا تھا۔ اُن میں سے اکثر کا سالانہ چندہ ختم ہو چکا ہے، تاہم ان کو پرچہ جاری ہے۔ ایسے تمام احباب سے درخواست ہے کہ وہ خالد چیمہ کے قیام برطانیہ کے دوران اپنا سالانہ چندہ بھی جمع کروا دیں اور ''نقیبِ ختمِ نبوت'' کی اشاعت کو بڑھانے کے لئے اپنے ماحول میں زیادہ سے زیادہ خریدار فراہم کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطاء فرمائے (آمین)۔ برطانیہ میں درج ذیل فون نمبرز پر خالد چیمہ سے رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

لندن: 1065 470-0208 گلاسگو: 0141-6211325,9443018

زیرِ تعمیر مرکزی مسجد عثمانیہ، چیچہ وطنی مقروض ہے!

مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام قریباً دو کنال پر محیط مرکزی مسجد عثمانیہ ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی زیر تعمیر ہے۔ کم و بیش نصف ہو چکا ہے اور صورت حال یہ ہے کہ، اس وقت مسجد تقریباً تین لاکھ روپے کی مقروض ہے۔ اہلِ خیر سے درخواست ہے کہ وہ مسجد کا قرض اتارنے اور تعمیر کا کام جاری رکھنے کے لئے فوری و خصوصی تعاون فرمائیں اور اللہ سے اجر پائیں۔

رابطہ و معلومات و ترسیل زر: دفتر مجلس احرار اسلام، دار العلوم ختم نبوت، بلاک نمبر 12۔ چیچہ وطنی

فون: 0445-482253۔ کرنٹ اکاؤنٹ نمبر: 9-2324 نیشنل بینک، جامعہ مسجد بازار، چیچہ وطنی

اکاؤنٹ بنام: مرکزی مسجد عثمانیہ ہاؤسنگ سکیم، چیچہ وطنی

طالبان کا اسلامی انقلاب علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی آرزوؤں کی تکمیل ہے (سید محمد کفیل بخاری)

راولپنڈی (۲۱ راگست) مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی نائب ناظم اور ماہنامہ نقیبِ ختم نبوت کے مدیر سید محمد کفیل بخاری نے کہا ہے کہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء نے قادیانیت کی جڑیں کھوکھلی کر کے رکھ دیں۔ انہوں نے محدث العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہ کے حکم و سرپرستی میں مجلس احرار اسلام قائم کی اور پھر مجلس کے اسٹیج سے فتنۂ قادیانیت پر ایسے تابڑ توڑ اور توانا حملے کیئے کہ قادیانیت کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ وہ پریس کلب راولپنڈی میں بزمِ امیر شریعتؒ کے زیر اہتمام ایک سیمینار سے خطاب کر رہے تھے۔ سیمینار کی صدارت پیر طریقت حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی دامت برکاتہم نے کی اور تمام انتظام و انصرام مولانا محمد شریف ہزاروی اور جناب اورنگ زیب اعوان نے کیا۔ سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ قادیانیت کے خلاف جہاد اور عوامی محاسبے کے پس منظر میں حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کی تابندہ شخصیت کارفرما تھی۔ حضرت شاہ صاحب کا احسان ہے کہ انہوں نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری جیسے مجاہد مخلص اور بہادر انسان کو تحفظِ ختم نبوت کے محاذ کیلئے چنا اور انہیں امیر شریعت بنا کر تحریک تحفظ ختم نبوت میں روح ڈال دی۔ اصل خراجِ تحسین کے مستحق حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حضرت امیر شریعتؒ نے حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی یہ پیشین گوئی اپنے جانشین مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ سے بیان فرمائی تھی کہ حضرت انور شاہ کشمیری فرمایا کرتے تھے کہ ''میرا وجدان کہتا ہے اس صدی کے آخر میں شمال کی طرف اسلام کا سورج طلوع ہوگا'' اور حضرت امیر شریعتؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے برصغیر کی اکثر علاقائی زبانیں سیکھی ہیں مگر پشتو نہ سیکھ سکا۔ اے کاش مجھے پشتو زبان آتی، میں چند ماہ میں اسلامی انقلاب برپا کر دیتا۔ اس قوم کی اسلام کے ساتھ وابستگی مثالی اور انقلابی ہے۔ سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ طالبان کا ظہور اور اسلامی نظام کا قیام علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور امیر شریعتؒ کی آرزوؤں اور پیشگوئیوں کی تکمیل ہے انہوں نے کہا کہ امیر شریعت کی جماعت مجلس احرار زندہ جاوید ہے۔ قادیانی اب ایک گالی بن چکے ہیں امیر شریعت کے جاں نثار ہر قیمت پر عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ کریں گے اور مرزائیت کو دفن کر کے ہی دم لیں گے سیمینار سے ممتاز مصنف اور قادیانیت کے محاسب محترم طاہر عبدالرزاق نے بھی خطاب کیا۔ پیر طریقت حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی نے دعاء کرائی علاوہ ازیں ۲۰ راگست کی شام اسلام آباد میں سید محمد کفیل بخاری نے مجلس درس قرآن سے خطاب کیا۔ دوروزہ دورۂ میں انہوں نے اسلام آباد اور راولپنڈی کے علماء اور دیگر حضرات سے بھی ملاقاتیں کیں۔

حُسنِ انتقاد

تبصرے کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

ذ۔ بخاری

ماہنامہ ''الشریعہ'' گوجرانوالہ (خصوصی شمارہ): ''الشریعہ'' ایک وقیع اور مؤثر دینی مجلّہ ہے، جس کی پیشانی پر ''وحدتِ امت کا داعی اور غلبۂ اسلام کا علم بردار'' کے الفاظ، اس مجلّے کے ''مزاج'' کا پتا دیتے ہیں۔ مجلّے کے رئیس التحریر مولانا زاہد الراشدی زید مجد ہم ہیں، جو معاصر اسلامی دنیا کے علمی، فکری، تہذیبی، تحریکی اور سیاسی رجحانات وسائل سے، قارئین کے ''خبری'' اور ''نظری'' روابط کی تشکیل کا داعیہ لے کر قلم کے میدان میں آئے ہیں۔ وہ اس میدان کے لیے ہرگز نئے نہیں ہیں۔ لیکن ان کی نئی فتوحات، آئے روز قارئین کو ایک نیا منظر دکھلاتی ہیں۔ علم و بصیرت کی روشنی میں نہایا ہوا منظر۔

ہمارے پیشِ نظر ''الشریعہ'' کا مئی، جون ۲۰۰۱ء کا شمارہ ہے جو ایک طویل بحث پر مشتمل ہے۔ یہ بحث جناب جاوید احمد غامدی کے بعض شاگردوں اور مولانا زاہد الراشدی کے درمیان کئی ماہ چلی، جسے اس اشاعت خاص میں یکجا کر دیا گیا ہے۔ جناب غامدی کو علماء سے، علماء کو جناب غامدی سے، بہت سے امور پر اختلاف ہے۔ یہ اختلاف کچھ تو جناب غامدی کو اپنے استاذِ گرامی مولانا امین احسن اصلاحیؒ اور دادا استاد مولانا حمید الدین فراہیؒ سے وارثت میں ملا ہے اور بہت کچھ، خود ان کی اپنی کاوش فکر کا نتیجہ ہے۔ مثلاً جناب غامدی، زکوٰۃ کے علاوہ اسلامی ریاست میں کسی بھی ''ٹیکس'' کو جائز نہیں سمجھتے۔ مختلف اسلامی ممالک میں جہادی تحریکوں کے جاری کردہ ''غیر سرکاری'' جہاد کو جہاد نہیں سمجھتے۔ اس طرح، علماء کے غیر سرکاری طور پر، آزادانہ حقِ افتاء کے بھی وہ قائل نہیں ہیں۔ مولانا زاہد الراشدی نے انہی آراء کو اظہار اختلاف کیا۔ تو بحث چل نکلی۔ جو جناب غامدی کے مجلّے ''اشراق'' اور مولانا کے اخباری کالم ''نوائے قلم'' میں آگے بڑھی۔ تا آں کہ مولانا نے اسے یکجا ''الشریعہ'' میں شائع فرما کر، اپنے تئیں گویا نمٹا دیا۔

ہمارے جدید تعلیم یافتہ دوستوں کا ایک دیرینہ شکوہ اور عمومی تأثر یہ ہے کہ ''مولویوں'' سے مکالمہ نہیں ہو سکتا، چونکہ وہ صرف ''مناظرہ'' کے قائل ہیں۔ یہ شکوہ اور یہ تأثر، یکسر غلط بھی نہیں لیکن اس کی بے جا اور بے محابا تعمیم یقیناً غلط ہے۔ صرف غلط ہی نہیں، خلافِ واقعہ اور خلافِ دیانت بھی ہے۔ مولانا زاہد الراشدی نے اس طویل قلمی بحث جس تحمل و وقار اور شگفتگی و شستگی سے نبھایا، آگے بڑھایا اور پھر سمیٹا، یہ سب کچھ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

اس شمارے کی قیمت صرف دس روپے، ہے۔ جبکہ خط و کتابت کا پتا ہے..... مرکزی جامع مسجد، پوسٹ بکس 331، گوجرانوالہ

شش ماہی ''السیرۃ'' عالمی: یہ شش ماہی ''السیرۃ'' کا پانچواں شمارہ ہے۔ چھپ وہی ہے اور طور بھی وہی ہے کہ جو شروع دن سے چلا آتا ہے۔ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ کے اس شمارے میں چار سو سے زائد صفحوں پر پھیلے ہوئے حد درجہ متنوع مواد کا مطالعہ کرتے ہوئے کہیں تکرار کا احساس نہیں ہوتا۔ منطق، فلسفہ، تاریخ، تصوف، ادب، شاعری، تعلیم، تبلیغ، معاشرت اور اقتصاد کے کتنے ہی مختلف زاویوں سے لکھنے والوں نے اللہ کریم کی توفیق سے خوب لکھا ہے۔ بس ایسا --- کہ پڑھیے اور سر دھنیے۔ ایک گوشۂ خاص پروفیسر سید محمد سلیم صاحب (علیہ الرحمۃ) کی حیات و خدمات پر بھی ہے۔ پروفیسر صاحبؒ بیسویں صدی عیسوی کے چند بڑے مسلم مفکرین تعلیم میں سے ایک تھے۔ سیرتِ نبوی ﷺ سے انہیں خصوصی لگاؤ تھا۔ اس حوالے سے اُن کی پانچ تحریریں آج کے پڑھے لکھے قاری پر یہ راز کھولتی ہیں کہ سیرت اور مطالعۂ سیرت سے ہمارے ربط کا زاویہ کیا ہونا چاہیے؟ مثلاً وہ لکھتے ہیں .... ''دنیا کے تمام حکماء و فلاسفہ اور اعاظم رجال ناقص اور یک رخے ہیں۔ ان کی تمام تر گفتگو ظن و تخمین سے ہوتی ہے۔ وہ اپنے بتائے ہو معیار پر خود بھی پورے نہیں اترتے ہیں۔ ارسطو الٰہیات میں افلاک سے تارے توڑ کر لاتا ہے لیکن وہ بیویوں کا شوہر ہونے کے باوجود عورت کے منہ میں ۲۸ دانت بتاتا ہے، جس پر آج کا ایک بچہ بھی ہنسے۔ روسو جدید تعلیم کا معمارِ اعظم کہلاتا ہے۔ اُس نے اپنی اولاد کو لاوارث بتا کر یتیم خانہ میں داخل کرا دیا تھا، تاکہ اُس کے عیش میں خلل نہ واقع ہو۔ یہ گرا ہوا انسان جدید یورپ کا معلم ہے۔ افضل ترین انسان کے لئے جو معیار اور کسوٹی دنیا نے تجویز کی ہے، اس پر صرف ایک ہستی ہے جو پوری اتر سکتی ہے۔ کوئی دوسری ہستی اس معیار پر پوری نہیں اتر سکتی ہے۔ وہ ذات گرامی حضرت محمد مصطفی ﷺ فداہ اُمی و ابی کی ہے۔ صحیح تناظر میں سیرت الرسول کو پیش کیجیے، اور پھر اس کی مقناطیسی کشش دیکھیے''۔

مجلے کی قیمت: سو روپیہ، اور ملنے کا پتا: زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، اے۴/۱۷، ناظم آباد ۴، کراچی ۱۸ ہے۔

خوشخبری

دفترِ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان اور دفترِ احرار لاہور

میں کمپیوٹرز کی تنصیب

الحمد للہ ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان کے دفتر میں کمپیوٹر کی تنصیب ہوگئی ہے اور کمپیوٹر کتابت کا کام شروع ہوگیا ہے۔ اسی طرح دفتر مجلس احرار اسلام لاہور میں بھی کمپیوٹر نصب ہوگیا ہے۔ احباب و متعلقین مطلع رہیں۔ اہلِ قلم، ناشر، اور پبلشر حضرات ہم سے اپنی تالیفات و تصنیفات کو کمپوز کرانے کی خدمات لے سکتے ہیں۔ مسودات نقیب کے دفتر میں ارسال کریں۔ انشاء اللہ پوری ذمہ داری سے یہ خدمت سرانجام دیں گے۔

رابطہ: دفتر ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت دارِ بنی ہاشم مہربانی کالونی ملتان فون: 061-511961

مسافرانِ آخرت

آہ! شیخ صوفی نذیر احمد مرحوم:

مجلس احرارِ اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ کے سابق رکن، سابق مرکزی خازن اور سٹینڈرڈ بیکری ملتان کے مالک شیخ صوفی نذیر احمد صاحب ۱۴؍ اگست ۲۰۰۱ء کو ملتان میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم انتہائی صالح، ملنسار، تحریک آزادی کے مجاهد کارکن اور حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے فدا کاروں اور مجلس احرارِ اسلام کے وفاداروں میں اپنی مثال آپ تھے۔ احرار اور خاندانِ امیر شریعت سے اُن کی محبت اور وفا مثالی ہے۔ مرحوم ۴؍ جنوری ۱۹۲۵ء کو گوجرانوالہ میں شیخ وزیر محمد مرحوم کے ہاں پیدا ہوئے۔ جنوری ۱۹۳۴ء میں مجلس احرارِ اسلام میں شامل ہوئے۔ ۳۰؍ ستمبر ۱۹۵۹ء کو حضرت امیر شریعت کے حکم پر گوجرانوالہ سے ملتان منتقل ہو گئے۔ اور سٹینڈرڈ بیکری کے نام سے دکان قائم کی۔ ۱۴؍ اگست ۲۰۰۱ء منگل بعد از مغرب دل کے دورہ سے انتقال کر گئے۔ ۱۵؍ اگست کو قائد احرار ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتھم نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اُن کے پسماندگان میں چار بیٹے، بیٹیاں اور بیوہ شامل ہیں۔ محترم صوفی صاحب کی شخصیت پر مستقل مضمون ان شاء اللہ آئندہ شمارے میں شامل ہوگا۔ مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے امیر ابنِ امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ، ناظم اعلیٰ مولانا محمد اسحٰق سلیمی، ناظم نشر و اشاعت عبداللطیف خالد چیمہ، مرکزی نائب امراء محترم چودھری ثناء اللہ بھٹہ، محترم پروفیسر خالد شبیر احمد، مدیر نقیب ختمِ نبوت سید محمد کفیل بخاری اور دیگر تمام اراکینِ شوریٰ نے محترم صوفی نذیر احمد مرحوم کے انتقال پر اظہارِ غم کرتے ہوئے اُن کے فرزندان شیخ محمد سرور، شیخ نیاز احمد، شیخ اعجاز احمد اور شیخ معاذ احمد سے اظہارِ ہمدردی کیا ہے۔ اور مرحوم کی مغفرت و بلندیء درجات کی دعاء کی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطاء فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل سے نوازے (آمین)

محترم محمد اسلم طارق مرحوم:

ہمارے دیرینہ کرم فرما محترم محمد اسلم طارق صاحب ۱۵؍ اگست ۲۰۰۱ء کو نماز تہجد ادا کرنے کے بعد عاقبت کو سدھار گئے۔ مرحوم کی نمازِ جنازہ دارِ بنی ہاشم، ملتان میں حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتھم نے پڑھائی۔ وہ حضرت پیر خورشید احمد شاہ ہمدانی رحمہ اللہ (خلیفہ مجاز حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہٗ) کے مرید اور صحبت یافتہ تھے۔ حق تعالیٰ ان کے حسنات قبول فرما کر مغفرت و بلندی درجات سے نوازے۔ (آمین)

شیخ عبدالحمید صاحب مرحوم:

حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ کے مرید اور فیض یافتہ محترم شیخ عبدالحمید صاحب ۲۳، اگست جمعرات کی

شام ملتان میں رحلت فرما گئے۔مرحوم انتہائی صالح ،خوش خلق ،وضع دار ،ملنسار ،علماء کے خادم اور دینی مدارس کے مخلص معاون تھے۔تمام عمر علماء حق سے تعلق رکھا۔خصوصاً امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ سے تعلق ومحبت میں فنا تھے اور اس سعادت پر ناز کرتے تھے۔اپنی مجلسی زندگی میں ہمیشہ امیر شریعت رحمہ اللہ کے واقعات سناتے۔اکثر یہی دعاء فرماتے''یا اللہ ! خاتمہ ایمان پر نصیب فرما'' ان کی دعا قبول ہوئی اور کلمۂ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے سفر آخرت پر روانہ ہوگئے۔مرحوم کے ایک ہی فرزند ہیں''شیخ افضل حق''ان کا نام بھی مرحوم نے مفکرِ احرار چودھری افضل حق رحمہ اللہ کے نام پر رکھا۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطاء فرمائے۔(آمین)

ہمشیر مرحومہ ،سید نثار علی شاہ صاحب:

مدیر نقیبِ ختمِ نبوت سید محمد کفیل بخاری کے پھوپھا سید نثار علی شاہ صاحب کی ہمشیر ۲۱ راگست کو گوجرانوالہ میں انتقال کر گئیں۔

چودھری فضل الرحمٰن مرحوم:

ناگڑیاں (ضلع گجرات) کی ممتاز شخصیت جناب چودھری فضل الرحمٰن المعروف صوفی فضل انتقال کر گئے۔وہ حضرت امیر شریعتؒ کے والد ماجد حضرت حافظ سید ضیاء الدین بخاریؒ کے شاگرد تھے۔مرحوم چودھری ریاض احمد کے والد اور چودھری محمد افضل کے تایا تھے۔

پھوپھی مرحومہ ،میاں محمد اویس صاحب:

مجلس احرار اسلام کے رکن مرکزی شوریٰ محترم میاں محمد اویس صاحب کی پھوپھی صاحبہ ۲۷ راگست بروز پیر لاہور میں رحلت فرماگئیں۔اراکین ادارہ نقیبِ ختمِ نبوت تمام مرحومین کے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں اور پسماندگان سے اظہارِ ہمدردی وتسلی کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت فرمائے۔حسنات قبول فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔لواحقین کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے (آمین) قارئین سے دعاء مغفرت اور ایصال ثواب کے اہتمام کی درخواست ہے۔(ادارہ)

بقیہ از ص 25

گناہ کو نظر انداز کر دیتا ہے اور خود کو سزا کے لئے پیش نہیں کرتا۔اس لئے آج پورا انسانی معاشرہ گناہوں ،بدعنوانیوں اور بداخلاقیوں کے ہلاکت خیز گردوغبار سے اٹا ہوا ہے۔یہ شان صرف دین اسلام کی ہے کہ''اپنے اور غیر کی تمیز کے بغیر سزا نافذ کرتا ہے اور مجرم کو رنگ ونسل کی برتری یا مقام ومرتبہ کے دھوکے اور فریب میں مبتلا نہیں ہونے دیتا۔مسلمان خواہ کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو ،وہ بندگی اور قانون شریعت کی فرمانبرداری اپنے لئے باعث سعادت سمجھتا ہے۔پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا یہ ارشاد تا قیامت دنیا کے لئے مشعل راہ اور خود پرستوں کے لئے باعث حیرت بنا رہے گا کہ''میری بیٹی فاطمہؓ اگر چوری کرے گی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دوں گا''اللھم صلی علیٰ محمد وعلی الہ واصحابہ وبارک وسلم

صدیوں مجھے گلشن کی فضا یاد کرے گی　　کلیوں کو میں خونِ جگر دے کے چلا ہوں

مبلغ توحید وسنت، مجاہد ختم نبوت وناموسِ رسالت، وکیل صحابہ واہلبیت اطہار، ترجمان اہل حق، نقیب علماءِ دیوبند، داعی اتحاد بین المسلمین، خطیب صداقت نوا، آفتاب خطابت، ضیغم اسلام

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ

کی یاد میں

ماہنامہ نورٌ علیٰ نور کراچی

زیر ادارت: مولانا عبدالرشید انصاری

کا عظیم الشان

خطیبِ دینُ وملّت نمبر

شائع ہوگیا

عصرِ حاضر کے عظیم خطیب اور مجاہد بیباک دینی رہنما حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کو علماء وصلحاء کا خراج تحسین، ارباب قلم کی جانب سے مرحوم کی دینی وملّی خدمات کا تذکرہ خدمت دین وملت کے جذبوں سے سرشار تلامذہ کا اظہار عقیدت اور دیگر امور پر دینی نکتہ نگاہ سے بلند فکر مضامین

خوبصورت سرورق ...... 156/- صفحات ...... ہدیہ صرف -/50 روپے

پانچ یا پانچ سے زیادہ پرچے منگوانے پر ۲۵ فیصد اور دس یا دس سے زیادہ پرچے منگوانے پر ۳۰ فیصد رعایت

سالانہ بدل اشتراک -/150 روپے، دینی مدارس کے مستحق طلباء واساتذہ کے لئے صرف -/50 روپے اور مطلوبہ پرچوں کا ہدیہ منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ بنام .... ایڈیٹر ماہنامہ نورٌ علیٰ نور اکاؤنٹ نمبر 68-2668 حبیب بینک مسلم ٹاؤن برانچ۔ نارتھ کراچی درج ذیل پتہ پر ارسال کریں۔

مولانا عبدالرشید انصاری

جامع مسجد حضرت عائشہ صدیقہؓ۔ سیکٹر ۱۱۔ بی، نارتھ کراچی۔ کوڈ۔ 75850 فون: 6996518

بقیہ از ص 17

چناب نگر (ربوہ) اب بھی اسلام اور وطن کے خلاف سازشوں کا گڑھ ہے لیکن مذکورہ جماعتوں کے ادارے بھی چناب نگر میں منظم طور پر کام کر رہے ہیں۔ حال ہی میں الرشید ٹرسٹ کراچی نے یہاں ایک رفاہی ہسپتال کی بنیاد رکھی ہے اور حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے چھوٹے صاحبزادے قائدِ احرار پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری چناب نگر کے پہلے اسلامی مرکز جامع مسجد احرار اور مدرسہ ختمِ نبوت کے منتظم و نگران کے طور پر خود وہاں موجود ہیں۔ ہر سال دینی مراکز میں ختمِ نبوت کانفرنس اور ردِ قادیانیت اور عیسائیت کورسز منعقد ہوتے ہیں ہر سال ۱۲ ربیع الاول کو مجلسِ احرارِ اسلام کے زیر اہتمام جامع مسجد احرار سے سرخ پوش سرفروشانِ احرار کا فقید المثال جلوس نکالتے ہیں اور ایوانِ محمود کے سامنے سید عطاء المہیمن بخاری، مولانا محمد اسحاق سلیمی، سید محمد کفیل بخاری، عبد اللطیف خالد چیمہ اور مولانا محمد مغیرہ سمیت دیگر قائدین تحریکِ ختمِ نبوت قادیانیوں کو دعوتِ اسلام دیتے ہیں۔ ان سرگرمیوں کی وجہ سے چناب نگر میں مرزائیوں کی پہلے جیسی گرفت نہیں رہی۔ تمام مکاتبِ فکر کے مشترکہ پلیٹ فارم کل جماعتی مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوت کو حسبِ ضرورت ہنگامی بنیادوں پر خانقاہ سراجیہ مجددیہ کے سجادہ نشین حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب کی قیادت میں متحرک کر کے پیدا شدہ صورتحال کا متفقہ حل تلاش کر لیا جاتا ہے۔

ہم سید عطاء المہیمن بخاری، مولانا عزیز الرحمن جالندھری، حضرت مولانا خواجہ خان محمد، مولانا عبد الحمید قادری، سردار محمد خان لغاری، مولانا زاہد الراشدی، مولانا اللہ وسایا سمیت تمام رہنماؤں سے گزارش کریں گے کہ وہ دنیا بھر میں قادیانیت کو اسلام کے طور پر متعارف کرانے اور فنی پراپیگنڈہ کے توڑ کے لئے کل جماعتی مجلسِ عمل کے پلیٹ فارم کو زیادہ موثر بنانے کا لائحہ عمل طے فرمائیں تاکہ اس ارتدادی فتنے کا موثر تدارک ہو سکے۔

یہ دن جہاں ہمارے لیے مسرت اور خوشی کا دن ہے یہاں آج ہمیں تجدیدِ عہد کرنے کا سبق بھی دیتا ہے۔ قادیانی نہ صرف غیر مسلم بلکہ مرتد ہیں اور اعلانیہ طور پر ارتدادی سرگرمیوں میں وہ اپنا تعارف دینِ اسلام کے طور پر کراتے ہیں ہمیں قدیم و جدید تمام ذرائع سے اس ارتدادی گروہ کے تعاقب کے لیے از سرِ نو صف بندی کی اشد ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق نصیب فرمائے (آمین)

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن کے سپیئر پارٹس تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں۔

بلاک نمبر 9 کالج روڈ ڈیرہ غازی خان فون: 0641-462501

مرچ مسالے دار مرغّن غذا

نظامِ ہضم کی خرابی کا باعث بن سکتی ہے

نئی کارمینا لیجیے، یہ آپ کو بدہضمی، قبض، گیس، سینے کی جلن اور تیزابیت سے محفوظ رکھے گی۔

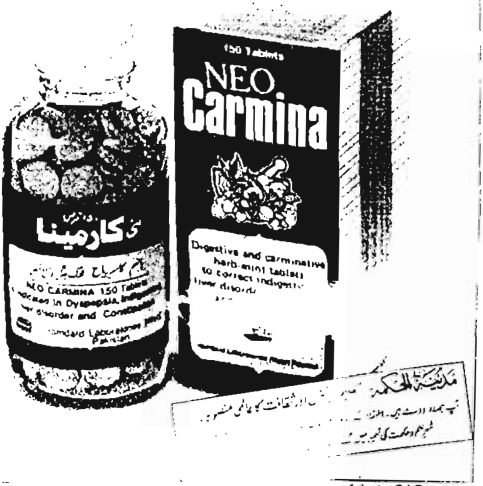

نئی کارمینا

ہاضم ٹکیاں، ہر گھر کی اہم ضرورت

ہمدرد

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے:

www.hamdard.com.pk

Adaris-CAR-1/2000

وفاق المدارس الاحرار پاکستان کے تحت قائم دینی ادارے

اپیل: وفاق المدارس الاحرار پاکستان کے تحت قائم اڑتیس مدارس، قرآن وحدیث کی تعلیم وتبلیغ میں مصروف ہیں۔ اخراجات کا تخمینہ تقریباً تیس لاکھ روپے سالانہ۔ جس میں طلباء کی رہائش، وظائف اور دیگر ضروریات، طعام، علاج شامل ہیں۔ تعمیرات اور توسیع کے اخراجات علاوہ ہیں۔ اکثر مدارس کا خرچ وفاق کے ذمہ ہے جبکہ بعض مدارس اپنا خرچ خود پورا کرتے ہیں۔ اہل خیر سے درخواست ہے کہ اپنے عطیات اور زکوٰۃ صدقات عنایت فرما کر اللہ سے اجر پائیں۔

❁ مدرسہ معمورہ جامع مسجد ختم نبوت، دارِ بنی ہاشم، ملتان فون: 061-511961 ❁ مدرسہ معمورہ، مسجد نور تغلق روڈ ملتان ❁ جامعہ بستان عائشہؓ (برائے طالبات) دارِ بنی ہاشم، ملتان فون: 061-511356 ❁ جامعہ معاذؓ بدھلہ روڈ، ملتان (زیرِ تعمیر) ❁ مدرسہ طوبیٰ، 17 کسی۔ وہاڑی روڈ ملتان ❁ مدرسہ تعلیم القرآن مکی مسجد چوک حرم گیٹ ملتان ❁ مسجد مولوی محمد رمضان والی محلہ کوٹلہ تولے خان ❁ مدرسہ معمورہ۔ 69-C حسین سٹریٹ وحدت روڈ، نیو مسلم ٹاؤن۔ لاہور فون: 042-5865465 ❁ مدرسہ ختم نبوت، مسجد احرار۔ چناب نگر (ربوہ) ضلع جھنگ فون 04524-211523 ❁ بخاری پبلک سکول۔ چناب نگر (ربوہ) ضلع جھنگ ❁ احرار مرکز، مدنی مسجد، بخاری ٹاؤن۔ سرگودھا روڈ چنیوٹ، ضلع جھنگ (زیرِ تعمیر) ❁ مدرسہ ختم نبوت لال مسجد بستی کھچیاں چناب نگر ❁ مدرسہ فاروق اعظم، موضع اصحابہ چک کالی مال ضلع جھنگ ❁ مدرسہ محمودیہ، مسجد المعمور ناگڑیاں، ضلع گجرات ❁ دار العلوم ختم نبوت، جامع مسجد چیچاوطنی فون 0445-611657 ❁ دار العلوم ختم نبوت (احرار ختم نبوت سنٹر) مرکزی مسجد عثمانیہ، ہاؤسنگ سکیم چیچاوطنی فون 0445-610955 ❁ مدرسہ ومسجد معاویہؓ جھنگ روڈ ٹوبہ ٹیک سنگھ ❁ مسجد صدیقیہ، کمالیہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ ❁ مدرسہ ابوبکر صدیقؓ جامع مسجد ابوبکر صدیقؓ، تلہ گنگ، ضلع چکوال فون 05776-412201

❁ مدرسہ احرار اسلام مسجد سیدنا علی المرتضیٰؓ چکڑالہ ضلع میانوالی (زیرِ تعمیر) ❁ مدرسہ ختم نبوت نواں چوک گڑھا موڑ ضلع وہاڑی ❁ مدرسہ ختم نبوت، چشتیاں، (ضلع بہاولنگر (زیرِ تعمیر) ❁ مدرسۃ تعلیم القرآن جامع مسجد شبلی غربی حاصل پور (ضلع بہاولنگر) ❁ مدرسۃ العلوم الاسلامیہ، جامع مسجد گڑھا موڑ۔ ضلع وہاڑی فون 0693-690013 مدرسۃ البنات (برائے طالبات) گڑھا موڑ۔ ❁ مدرسہ معمورہ، مسجد صدیقیہ، میراں پور تحصیل میلسی ضلع وہاڑی۔ ❁ مدرسہ ختم نبوت تعلیم القرآن چک 14-P خان پور ❁ مدرسہ ختم نبوت، چک نمبر 88/WB گڑھا موڑ۔ ضلع وہاڑی ❁ مدرسہ ختم نبوت چک 76 بھگوان پورہ ضلع وہاڑی ❁ مدرسہ ختم نبوت گرین ٹاؤن نزد چونگی 8 لاہور روڈ بورے والا ضلع وہاڑی (زیرِ تعمیر) ❁ مدرسہ احرار اسلام، بستی بھٹہ موضع نوڑپہ تحصیل میلسی، ضلع وہاڑی ❁ مدرسہ معمورہ، تعلیم القرآن۔ چک نمبر 158 الف 10.R جہانیاں ضلع خانیوال (زیرِ تعمیر) ❁ مدرسہ احرار اسلام مصطفیٰ آباد، کرم پور۔ ضلع وہاڑی ❁ مدرسہ معمورہ، الیاس کالونی، صادق آباد۔ ضلع رحیم یار خان ❁ مدرسہ احرار اسلام بستی میرک ضلع رحیم یار خان (زیرِ تعمیر) ❁ مدرسہ عربیہ محمودیہ القرآن، چاہ کیکر والا موضع محبت پور ❁ مدرسہ دار السلام، چاہ چڑھوئے والا، کلر والی، ضلع مظفر گڑھ ❁ مدرسہ معمورہ، معاویہ بستی مہر پور۔ ضلع مظفر گڑھ

ترسیل زر کیلئے

بذریعہ منی آرڈر: ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری ☆ مدیر وفاق المدارس الاحرار ☆ امیر مجلس احرار اسلام پاکستان۔ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان **بذریعہ بینک ڈرافٹ/چیک:** بنام مدرسہ معمورہ ملتان، حبیب بینک حسین آگاہی ملتان

Designed by: Shahzad Al-Kitab Graphics Multan. 061-584604